SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Monday 31st December, 1990

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House), Islamabad, at 3.30 of the clock in the evening, with Mr. Chairman (Mr. Wasim . Sajjad) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran,

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم .

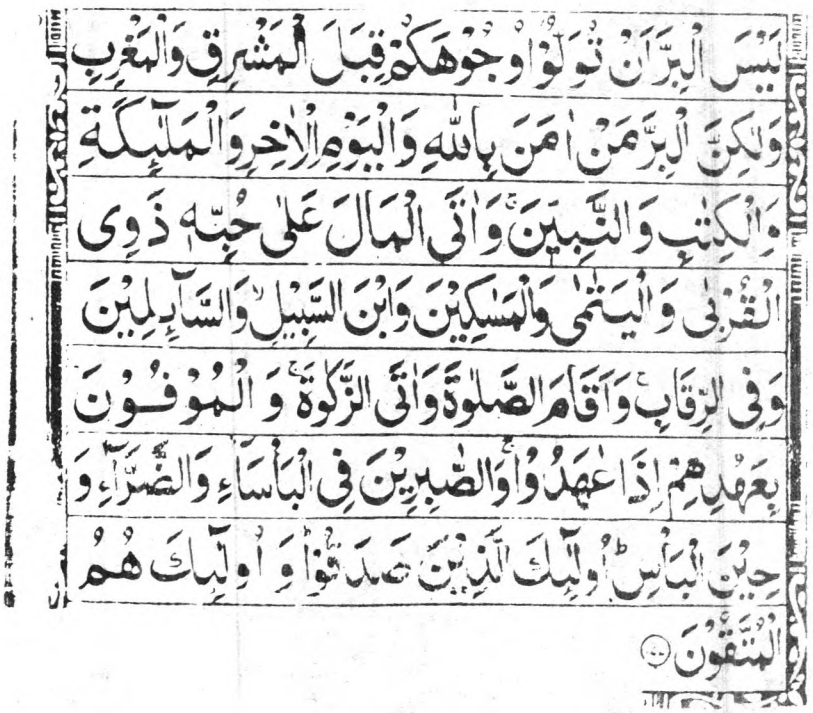
لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ
وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ
وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ ذَوِي
الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ
وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ
بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَ
حِينَ الْبَأْسِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَٰئِكَ هُمُ
الْمُتَّقُونَ ﴿١٧٧﴾

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Monday 31st December, 1990

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House), Islamabad, at 3.30 of the clock in the evening, with Mr. Chairman (Mr. Wasim . Sajjad) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran,

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم .

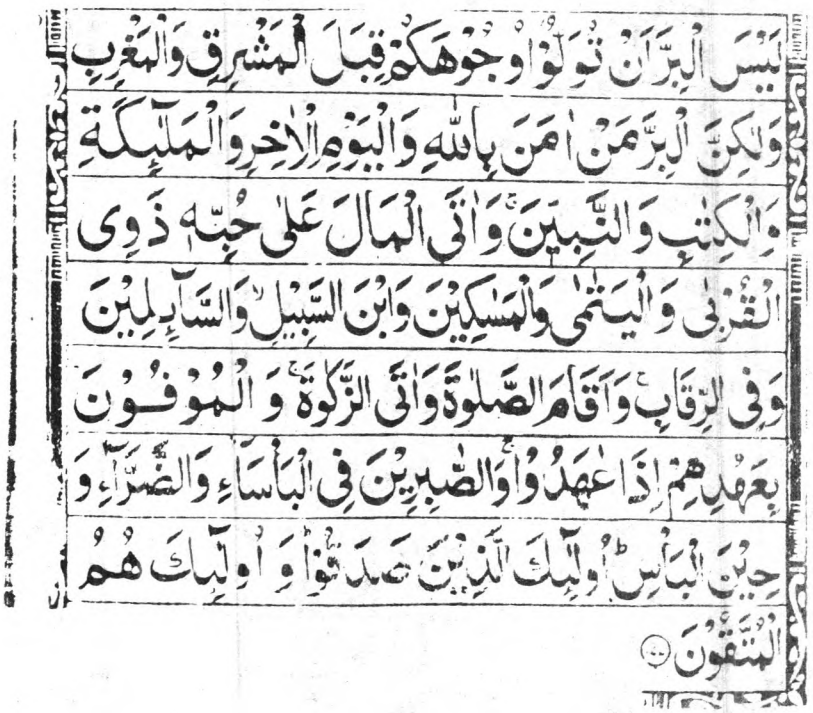
لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ
وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ
وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ ذَوِي
الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ
وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ
بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَ
حِينَ الْبَأْسِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَٰئِكَ هُمُ
الْمُتَّقُونَ ﴿١٧٧﴾

ترجمہ:۔ نیکی یہی نہیں کہ تم مشرق و مغرب (کو قبلہ سمجھ کر اُن) کی طرف منہ کر لو۔ بلکہ نیکی یہ ہے کہ لوگ خدا پر اور فرشتوں پر اور (خدا کی) کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لائیں اور مال باوجود عزیز رکھنے کے رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دیں اور گردنوں (کے چھڑانے) میں خرچ کریں) اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں اور جب عہد کر لیں تو اس کو پورا کریں اور سختی اور تکلیف میں اور (معرکہ) کارزار کے وقت ثابت قدم رہیں۔ یہی لوگ ہیں جو (ایمان میں) سچے ہیں اور یہی ہیں جو (خدا سے) ڈرنے والے ہیں۔ (سورۃ التوبہ)

MOTION UNDER RULE 236

Mr. Chairman: Yes, Prof. Khurshid Ahmad.

Prof. Khurshid Ahmed: Sir, I seek the leave of the House to move the following motion:-

I beg to move that under Rule 236 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate 1988, the requirement of Rule 38 of the said Rules be dispensed with for today.

Mr. Chairman: It has been moved by Prof. Khurshid Ahmed:-

"that under Rule 236 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate 1988, the requirement of Rule 38 of the said Rules be dispensed with for today."

(The motion was carried)

Mr. Chairman: The said Rule stands suspended.

LEAVE OF ABSENCE

جناب چیئرمین: رخصت کی درخواستیں۔

جناب سعید قادر صاحب : سرکاری مصروفیات کی بنا پر ۲۶ اور ۲۷ دسمبر کو ایوان میں شرکت نہیں کر سکے اس لیے انہوں نے ان دنوں کے لیے رخصت کی درخواست کی ہے کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں۔

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین : صاحبزادہ سلطان عبدالمجید صاحب ناسازی طبع کی بنا پر ۲۲ تا ۳۰ دسمبر ایوان میں شرکت نہیں کر سکے اس لیے انہوں نے ان دنوں کے لیے رخصت کی درخواست کی ہے کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں۔

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین : شاد محمد خاں صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر ۲۹ دسمبر کو ایوان میں شرکت نہیں کر سکے اس لیے انہوں نے ۲۹ دسمبر کے لیے رخصت کی درخواست کی ہے کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں۔

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین : اعجاز علی جتوئی صاحب، ذاتی مصروفیات کی وجہ سے ۲۲ تا ۳۰ دسمبر ایوان میں شرکت نہیں کر سکے اس لیے انہوں نے ان دنوں کے لیے رخصت کی درخواست کی ہے کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں۔

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین : جناب جاوید جبار ذاتی مصروفیات کی بنا پر ۳۱ دسمبر کو ایوان میں شرکت نہیں کر سکے اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے رخصت کی درخواست کی ہے کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں۔

(رخصت منظور کی گئی)

Adjournment Motions

Mr. Chairman: Now we proceed to the regular business. Adjournment Motion No. 40, Prof. Khurshid Ahmad.

(1) Re:seizure of Heroin worth Rs. 7 billions in NWFP.

پروفیسر خورشید احمد : بسم اللہ الرحمان الرحیم ۔ میں مندرجہ ذیل تحریک التوا پیش کرنے کے لیے ایوان کی اجازت چاہتا ہوں "روزنامہ جنگ" کراچی کی ۸ نومبر ۱۹۹۰ء کی اشاعت کے مطابق بلوچستان کے قبائلی علاقے میں تیار کی جانے والی سات ارب روپے کی ہیروئن اور حشیش کی بھاری مقدار فرنٹیئر کور نے پکڑی ۔ یہ مقدار اس مقدار کا معمولی حصہ ہے جو اس علاقے میں تیار کی جا رہی ہے مغربی سفارتی حلقے پاکستان کی تاریخ میں منشیات کا سب سے بڑا ذخیرہ پکڑے جانے پر حکومت کی خاموشی کو معنی خیز قرار دے رہے ہیں میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ سینیٹ کی معمول کی کارروائی معطل کر کے اس اہم اور قومی معاملے کو فوری طور زیر بحث لایا جائے ۔

Mr. Chairman: Is it being opposed?

(Pause)

Mr. Chairman: It is not being opposed.

Prof. Khurshid Ahmad: What a luck!

جناب چیئرمین : کس بنا پر اُس کی مخالفت نہیں کر رہے کیا یہ صحیح بات ہے کہ یہ حکومت کی لاپرواہی ہے

رانا چندر سنگھ : وہ تو جناب والا جب آپ سنیں گے ...

جناب چیئرمین : آپ سنائیں ہم سننے کے لیئے تیار ہیں آپ تو کہہ رہے ہیں کہ اپوز ہی نہیں کر رہے تو میں سنوں گا کیا ۔

رانا چندر سنگھ : اس بنا پر میں اپوز کر رہا ہوں کہ یہ ...

جناب چیئرمین : تو کیا آپ اپوز کر رہے ہیں ۔

رانا چندر سنگھ : جی میں اپوز کر رہا ہوں ۔

جناب چیئرمین میں سمجھا آپ اپوز نہیں کر رہے، اپوز کر رہے ہیں تو ٹھیک ہے۔

Rana Chandar Singh: What I meant was for the sake of admission

پروفیسر خورشید احمد: میں تو جناب اپنی خوش قسمتی پر رشک کر رہا تھا کہ ہمارے بھائی جو۔۔۔

جناب چیئرمین: میں اپنی بدقسمتی پر رشک کر رہا تھا کہ رولنگ کا موقع نہیں آیا۔

پروفیسر خورشید احمد: وہ تو ہم آپ کو بہت مواقع دیتے ہیں لیکن وزیر صاحب نے آداب وزارت کا لحاظ رکھتے ہوئے اسے اپوز کر ہی دیا ہے تو جناب والا سب سے پہلے دیکھیں کہ مسئلہ کیا ہے، مسئلہ یہ ہے کہ بلوچستان کے دور افتادہ قبائلی علاقے میں ایک ہزار پانچ سو اکتالیس کلو ہیروئن، آٹھ ٹن حشیش اور بڑی مقدار میں افیون پکڑی گئی ہے اس کی اطلاع پاکستانی اخبارات کے علاوہ برطانوی اخبار ڈیلی "گارڈین" نے بھی دی ہے اور "گارڈین" نے اس کی جو قیمت بتائی ہے وہ سترہ کروڑ چالیس لاکھ پونڈ سٹرلنگ ہے۔ جو سات ارب ۳۹ کروڑ ۵۰ لاکھ روپے بنتی ہے۔ بتایا گیا ہے کہ منشیات کا خزانہ فرنٹیئر کور نے اتفاقی طور پر پکڑا ہے بیان میں کہا گیا ہے کہ فرنٹیئر کور اور سمگلروں کے درمیان مسلح جھڑپ ہوئی سمگلر راکٹ لانچرز اور مشین گنوں سے مسلح تھے اس تصادم میں فرنٹیئر کور کا ایک کپتان جاں بحق ہوا بیرونی اخبارات کے اندر یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ سمگلنگ کا تعلق نوتیزی قبیلے سے ہے اور اس قبیلے کے پاس دو سو مسلح افراد ہیں جو ہیروئن کی اس تجارت کو پروٹیکٹ کرتے ہیں یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ جو مقدار اس وقت اتفاقاً پکڑی گئی ہے جو اس منشیات کا جس کا ملک میں اس وقت کاروبار ہو رہا ہے ایک چھوٹا سا حصہ ہے اور یہ بات بھی تشویش کا باعث ہے کہ اتنے اہم واقعہ کا پاکستانی حکومت نے اس کا کوئی نوٹس نہیں لیا کوئی وضاحت اس کے بارے میں نہیں آئی اس کا بیک گراؤنڈ سامنے نہیں آیا جو رپورٹیں بیرونی ممالک سے آرہی ہیں ان کے اندر یہ بات بھی کہی جا رہی ہے کہ پوست کی کاشت کا علاقہ بدل گیا ہے اور صوبہ سرحد سے بلوچستان آگیا ہے اور اس وقت اس علاقے میں پوست کی کاشت ۶ سو ایکڑ پر ہے جو اس علاقے سے چار گنا زیادہ ہے جو اس سے پہلے سرحد اور قبائلی علاقوں کے اندر تھا۔

جناب والا! اگر یہ حقائق درست ہیں تو پھر یہ ایک بڑا اہم قومی مسئلہ ہے اس لیے کہ آپ

[Prof. Khurshid Ahmed]

کو معلوم ہے کہ پوست کی کاشت منشیات کی برآمد اور ان کی نیکیٹرویٹس کے نتیجے میں تین چیزیں واقع ہوئی ہیں پہلی چیز یہ کہ ملک میں کالا دھن آسمان سے باتیں کرنے لگا ہے۔ اور اس کے ذریعے سے ایک ایسی کلاس پیدا ہو گئی ہے جو ملک اور بیرونِ ملک لوگوں کو اخلاقی روحانی اور جسمانی بیماریوں میں مبتلا کرکے بے دریغ دولت کما رہی ہے دوسری چیز جناب والا! یہ کہ اس کی وجہ سے پاکستان کی reputation پوری دنیا میں متاثر ہوئی ہے پاکستان سے جانے والے ہر فرد پر شبہ کیا جاتا ہے یہاں کے مسافر کے سامان کو اس طرح چیک کیا جاتا ہے جیسے کتے کسی چیز کو بھنبھوڑتے ہیں ہم نے سفر کیا ہے آج بھی اور ماضی میں بھی۔ ہمیں معلوم ہے کہ کبھی ایسی چیکنگ نہیں ہوا کرتی تھی اس تجارت کی وجہ سے پاکستان کے معزز شہریوں کی آبرو پر حرف آ رہا ہے اور تیسری چیز جناب والا! یہ کہ خود ملک کے اندر اس کے نتیجے میں منشیات کا استعمال بڑھ رہا ہے آپ کو معلوم ہو گا کہ پچھلے دس سال میں منشیات کا استعمال اتنا بڑھ گیا ہے کہ اب جو اندازے آ رہے ہیں ان کے مطابق دو ملین افراد کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ وہ اس کے عادی ہیں یہ بیماری کالجوں میں بھی پہنچ گئی ہے نوجوانوں میں پہنچ گئی ہے اس کی وجہ سے دوسری خرابیاں بڑھ رہی ہیں۔

جناب والا! ان دلائل کی بنا پر یہ قومی اہمیت کا مسئلہ ہے بنیادی اہمیت کا حامل مسئلہ ہے ایک ایسا مسئلہ ہے جس کا تعلق مرکزی حکومت کی پالیسیوں سے ہے اور پھر وہ واقعہ جس کی بنیاد پر میں یہ پیش کر رہا ہوں حال ہی میں رونما ہونے والا واقعہ ہے آپ کو معلوم ہے کہ پچھلے مہینے انتخابات کے نتیجے میں بیرونی اخبارات میں جو comments آئے تھے ان میں یہ چیز بھی آئی تھی کہ اب منشیات کے تاجر باقاعدہ اسمبلیوں میں پہنچ گئے ہیں یہ ساری چیزیں ایسی ہیں جو ملک کی عزت کے منافی ہیں اور ہمارے سیاسی مستقبل پر ایک تاریک سایہ پڑ رہا ہے یہ وہ وجوہ ہیں جن کی بنا پر میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ایک قومی اہمیت کا فوری مسئلہ ہے اور اس پر ایوان کو کھل کر بحث کرنی چاہیے اور حکومت کو اس معاملے میں ایوان کا سامنا کرنا چاہیے اور بتانا چاہیے کہ وہ اس کے انسداد کے لیے کیا اقدام کر رہی ہے اور کیا وجہ ہے کہ کوششیں تو بدلتی رہتی ہیں لیکن یہ کاروبار اسی طریقے سے روبہ ترقی ہے یہ وہ وجوہ ہیں جن کی بنا پر میں یہ سمجھتا ہوں

کہ یہ تحریک التوا قواعد کے مطابق اس لائق ہے کہ اسے آپ قبول کریں اور آپ کی رولنگ زیادہ منفی سمت میں نہ ہو بلکہ اس سمت میں ہو کہ اس معاملے پر ایوان میں بحث ہو سکے۔ شکریہ!

جناب چیئرمین: جناب رانا چندر سنگھ صاحب۔

Rana Chandar Singh: Thank you, Sir.

As far as the contention of the honourable Member is concerned that the government has failed to take notice of this important haul-up that he has mentioned in his adjournment motion, I deem it fit to bring it to the notice of this House through you and onward to the honourable member that my government is the first government that was able to catch and find the place where heroin, charas and opium was dumped in a very remote area in the hilly tracks of Baluchistan. To give a brief history, I may be permitted to read out the facts of the case.

> "That on 10th of October at midnight a patrolling party of Frontier Corps headed by a captain moving on a routine patrol came across a place called Dalbandi area and the Nullah i.e. Chungzai Nullah and suddenly they came under fire with the result that one sepoy was killed, the commander of the party was injured seriously and the encounter continued till sun set. They asked for help and they were able to surround the area next morning i.e. on the 11th October, with the result that they had arrested three persons, a few of them escaped in the darkness of night and they also killed one smuggler during that encounter and they found 1741 K.G. of heroin, 7967 K.G. of charas, 255 K.G. of opium and 136 grams of carbic acid soda ash i.e. the chemical used to refine the opium into heroin. Consequently, the Commandant after a full investigation of the Frontier Corps handed over the whole case to my department i.e. to the Regional Director who had registered a

[Rana Chander Singh]

case at Quetta in the Session Court on 22nd of October. The interim Challan No. is. 082/90, dated 19.11.90 in the Court of the District Session Judge Quetta."

The case is pending, the matter is subjudice and I seek your permission and your ruling whether I could argue in this matter or not? What I want to pray before you, Sir, is simple that I do not want to hide anything whatever is the truth, whatever is the situation, I am not running away to avoid the discussion and deliberations just because as it has been the practice with the previous government and that is why I did not oppose this motion that was simply very simple. Now, it is for you to decide, Sir.

Mr. Chairman: So, you are saying as under:-

1) The Government has taken all the steps which were necessary in the circumstances.

2) The matter is subjudice and

3) Professor Sahib, this incident took place on the 10th of October and it appeared in the press on the 3rd of November and your adjournment motion was received on the 13th of November. So, these are the arguments of the honourable Minister saying that the motion is not admissible.

پروفیسر خورشید احمد : جناب والا! پہلی چیز تو یہ ہے کہ وزیر موصوف کا میں ممنون ہوں کہ انہوں نے بہت ہی کھلے دل کے ساتھ یہ بات کہی کہ ہم کسی بات کو چھپانا نہیں چاہتے اور اس موضوع پر وہ ایوان میں بحث کے خلاف نہیں ہیں یہ بڑا ہی قابل قدر جذبہ ہے اور ہم ان سے اور ان کے رفقاء سے یہی توقع رکھتے ہیں کہ ماضی کی حکومتوں کے برعکس وہ ایوان میں اس تحریک کے تمام مسائل پر کھل کر بحث کریں گے اور اس بناء پر میں یہ سمجھتا ہوں کہ انہوں نے میری تائید کی ہے کہ اس مسئلے پر یہاں گفتگو ہونی چاہیے۔

دوسری غرض یہ ہے کہ جو حقائق انہوں نے بیان کئے ہیں ان سے اس بات کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ جو چیز میں نے اپنی قرارداد میں کہی تھی اور اس کی تائید میں جو حقائق میں نے پیش کئے تھے۔

They are borne out by the government position.

اب اس کے بعد صرف ایک فنی بات رہ جاتی ہے اور وہ یہ کہ آیا یہ کیس اس معنی میں subjudice ہے کہ اس کیس پر کوئی گفتگو نہیں ہو سکتی، جناب والا! جہاں تک میں جانتا ہوں کہ جہاں تحریک التواء کا مقصد ایک طرف یہ ہوتا ہے کہ اگر کسی معاملے کے بارے میں بے توجہی برتی جا رہی ہے تو حکومت کی توجہ اس طرف مبذول کرائی جا سکے اور ہم نے جب بھی یہ دیکھا کہ حکومت نے ان مسائل کے اوپر دعوٰی کیا ہے کہ ہم ان مسائل کو حل کر دیں گے تو ہم نے کبھی بھی اس کے اوپر اصرار نہیں کیا ایک پہلو تو اس کا یہ ہے دوسرا پہلو اس کا یہ ہوتا ہے کہ قومی اہمیت کا یہ مسئلہ کوئی isolated واقعہ نہیں بلکہ اس کی وجہ سے یہ عمومی مسئلہ ہمارے سامنے آیا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ یہ معاملہ ایک قومی نوعیت کا معاملہ ہے اور ایک عمومی مسئلہ ہے اور اس واقعہ نے اس ایوان کو یہ موقع فراہم کیا ہے کہ منشیات کے بارے میں ملک کے اندر جو حالات ہیں، ان پر گفتگو کی جائے تو subjudice ہونے کی اس حد تک میں سمجھتا ہوں کہ وہ مانع نہیں ہوتا اس لیے کہ عدالتی کارروائی پر ہماری اس بحث سے کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ بلکہ ہماری بحث کا اثر یہ ہوگا کہ حکومت اس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے ایک اچھی پالیسی مرتب کر سکے گی۔

جناب والا! رہی یہ بات کہ تین تاریخ کو یہ شائع ہوا تھا اور میری تحریک آپ کو ۱۲ تاریخ کو ملی ہے تو میں جناب والا، عرض کروں گا کہ اس کی اطلاع میرے اس بیان کی روشنی میں ۸ نومبر کے جنگ کراچی میں شائع ہوئی اور اس کا تراشا میں نے آپ کو بھیجا ہے اور ۸ نومبر کو اس اشاعت کی بنیاد پر میں نے

[Prof. Khurshid Ahmed]

۹/ نومبر کو آپ کے دفتر میں یہ تحریک جمع دی۔ ان دونوں کی اصل میرے پاس موجود ہے۔ یعنی میرا خط جو ۹/ نومبر کا ہے اور جنگ کراچی کی ۸/ نومبر کی خبر۔ اس لیئے میں سمجھتا ہوں کہ ٹیکنیکلی یہ بات بھی درست نہیں ہوگی کہ اس میں کوئی un-called for delay ہوئی ہے، اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ آپ اس تحریک کو گفتگو کے لیئے منظور فرمائیں۔ چونکہ وزیر صاحب اس معاملے میں میرے ہم نوا ہیں اس لیئے آپ کو اس معاملے میں رولنگ دینے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی۔

جناب چیئرمین: ملک فرید اللہ خان صاحب،

ملک فرید اللہ خان: جناب والا! میں اس تحریک کے سلسلے میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ یہ جو منشیات کا معاملہ ہے اس سلسلے میں جو گذشتہ واقعات ہوئے ہیں، تحریک منظور ہونے کی صورت میں ان پر بھی بحث ہو سکے گی۔ اس وقت ملکی اخبارات میں غیر ملکی اخبارات اور بیرونی میڈیا جن پر پیپلز پارٹی کا کنٹرول ہے، میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ یہی تاثر دیا جا رہا ہے کہ حکومت منشیات کے سمگلروں کے ساتھ ملی ہوئی ہے جو کہ بالکل غلط ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ۱۹۸۸ء میں سابق صدر ضیاء الحق کے زمانے میں جب شمالی ایجنسیوں میں قائم لیبارٹریز کے خلاف کلین اپ اپریشن ہوا، تو اس وقت پوست کی جو پیداوار تھی، وہ ۴۸ ٹن تھی اور پھر دو سالوں میں جب پیپلز پارٹی کی حکومت آئی تو سرکاری اعداد و شمار کے مطابق یہ چھ سو ٹن تک پہنچ گئی اس کے علاوہ گزشتہ دور میں یہ ہوا کہ راتوں رات، دولت مند تاجروں کی فہرستیں بنیں اور ان کے ناموں کو منشیات کے تاجروں کی لسٹوں پر چڑھایا گیا اور پھر ان کو بلیک میل کیا گیا، یعنی یہ حال ہماری اپنی ایجنسی کا ہے اس کے متعلق ہم نے صدر مملکت کو ایک درخواست بھی دی اس کے متعلق میں واضح طور پر کہوں گا کہ حاجی ایوب خان جو آج قومی اسمبلی کے ممبر ہیں ان سے

اس وقت کے مسٹر ٹن پرسنٹ یا وہ جتنے پرسنٹ تھے، نے مطالبہ کیا کہ پانچ کروڑ روپے ان کو ادا کر دیے جائیں تو ان کا نام نارکاٹکس کنٹرول کی لسٹ سے خارج کر دیا جائے گا۔ جناب والا! میں اس لیے عرض کرتا ہوں کہ اس تحریک پر بحث اس لیے بھی ضروری ہے کہ نہ صرف اس کیس پر بحث ہو سکے گی بلکہ گذشتہ وہ واقعات جو اخبارات میں نہیں آ سکے یا اس معزز ایوان کے سامنے نہیں آ سکے وہ بھی سامنے آجائیں گے۔ اس لیے میں آپ سے درخواست کروں گا کہ اس تحریک کو بحث کے لیے منظور کیا جائے۔ میں اس تحریک کی حمایت کرتا ہوں۔

Mr. Chairman: Prof. Khurshid Ahmed has drawn attention to a very serious case of narcotics production and eventually of course with the intent either it should be used within the country or it will be sent abroad. The amounts involved in this case are colossal i.e. 1741 Kgs. of heroin, eight tonnes of hashish and the seizure is said to be worth Rs. seven billions, thirty nine crores and thirty lacs and in the course of the incident during which this illegal material was recovered, a Captain of the Frontier Corps also is alleged to have lost his life.

According to the honourable Minister, the Government has taken notice of this case and he has claimed that a large quantity, a large reservoir of hashish and heroin was first of all discovered and taken into custody by the Government. He has also brought to my notice that the matter is now pending in the Court and the challan was filed in the Court of Session, Quetta on the 27th of October 1990, and the case is pending there. The intention of the honourable Member, no doubt, was primarily to bring this matter to the attention of the Government in view of the seriousness of the case and the Govt. has taken notice of this matter. The mover has also stated that this is a serious matter in which the health of the people of Pakistan especially the younger generation is directly involved, also the prestige of the country is involved and the country is being criticized in the outside papers and foreign agencies. To that extent the purpose of the mover has been served. However, in view of

[Mr. Chairman]

the fact that the matter is subjudice and the matter is pending in the Court, the adjournment motion is hit by Rule 75(L) of the Rules of Procedure and Conduct of the Business in the Senate 1988, which says that:

Rule 75(L), it (the adjournment motion) shall not relate to a matter pending before any court or other authority performing judicial or quasi-judicial functions;

So, normally in matters such as these where the Government has.....

(Interruption)

So, as I [illegible] normally in matters such as this where a case is pending before a court of and the Govt. is taking all the necessary steps to bring the offenders to Justice, normally it should not be a fit matter for the admission of the adjournment motion. If the honourable mover and the honourable Minister and the other members of the House feel that in the larger context this matter should be discussed, this can be done by way of a motion under Rule 194. It is no doubt an important matter as to what is the present position of narcotics in the country, what is the policy of the Government, what steps should be taken to prevent further production and trade in this commodity and I have no doubt that the members and the honourable Minister will come to some arrangement whereby this matter can be discussed under Rule 194 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 1988. In these circumstances I do not think this is a fit matter to be admitted as an adjournment motion. Thank you, next is adjournment motion No. 44, by Prof. Khurshid Ahmed Sahib.

(ii) RE: MALICIOUS PROPAGANDA PAKISTANI SINDHIS

Prof. Khurshid Ahmad: Mr. Chairman, I seek leave of the House to move the following adjournment motion. It has

been reported in the daily 'Jasarat of 14th November, 1990, that All India Radio Sindh Service is engaged in malicious.
propaganda against Pakistan directed at Sindhi speaking population in Pakistan. Every effort is being made to foment unrest in Pakistan. It has been also reported that this service is engaged in giving instructions to saboteurs in the province of Sindh through coded messages. Similarly, cultural programmes are being broadcast directing an armed revolution and promotion of techniques of disruption in the country. This constitutes a threat to Pakistan's security and deserved to be considered immediate. I, therefore, beg to move that the normal business of the House be suspended to discuss this important matter.

Mr. Chairman: Is it being opposed?

Syed Fakhar Imam: Opposed.

جناب چیئرمین: آپ اپوز کر رہے ہیں۔ جی پروفیسر خورشید صاحب

پروفیسر خورشید احمد: جناب چیئرمین! مجھے تو یہ توقع تھی کہ محترم وزیر خارجہ اپنی روایات کا پورا پورا لحاظ کرتے ہوئے اس موضوع پر میرے ساتھ تعاون کریں گے اور خود ہی حقائق قوم کے سامنے لے آئیں گے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ شاید انہوں نے صرف اعتراض ہی ٹیکنیکلی کیا ہے تاکہ انہیں یہ موقع مل جائے کہ وہ قوم کو اعتماد میں لے کر پوری صورتحال سامنے رکھ سکیں

میں سب سے پہلے آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہندوستان کا ریڈیو مختلف طریقے سے پاکستان پر اپنے سیاسی، ثقافتی، تہذیبی اثرات ڈالنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اور جناب والا! آپ کے علم میں یہ بات ہو گی کہ آج کی دنیا میں صرف اسلحہ سے جنگ نہیں ہوتی۔ خیالات، نظریات، تصورات ان تمام چیزوں سے بھی جنگ ہوتی ہے اور ایک مدت سے ہندوستان کا ریڈیو پاکستان کے خلاف، پاکستانی ثقافت کے خلاف اسلامی روایات کے خلاف یہ روش اختیار کئے ہوئے ہے۔ اور اس موقع پر میں جناب والا! بدنام زمانہ شملہ معاہدے کا ذکر کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں جسے پاکستان کے ہر حق کے حصول کی جدوجہد سے بچنے کے لیے صرف استعمال

[Prof. Khurshid Ahmed]

کیا جا رہا ہے۔ لیکن اس شملہ معاہدے میں ایک مملکت کا دوسری مملکت کے خلاف زہریلا پروپیگنڈہ اس کی سلامتی، اس کی خود مختاری، اس کے سیاسی نظام پر دست درازی اور دخل اندازی کو روکنے کی جو شقات ہیں میں ان کے بارے میں جاننا چاہوں گا کہ ہماری وزارت خارجہ نے ہماری حکومت نے، کیا احتجاج کیا ہے اور ان تمام چیزوں کا کیا نوٹس لیا ہے پھر جناب والا! جو تجزیہ ان نشریوں کا کیا گیا اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بات صرف ثقافتی پروگراموں کی نہیں بلکہ مقصد سندھ میں سیاسی عدم استحکام، تخریب کاری اور تخریب کاروں کو باقاعدہ ہدایات دینا نشاندہی کرنا، کہ کونسا موقع اور مقام ہے جہاں کچھ کرنے کی ضرورت ہے یہ coded messages بھی ان نشریات کے ذریعے سے دیئے جا رہے ہیں۔ یہ ایسی چیز ہے کہ جس کو ملک کی سلامتی کے نقطہ نظر سے نظر انداز کرنا میں سمجھتا ہوں کہ ایک مجرمانہ بات ہوگی۔ اس لیے جناب والا! میں نے ضروری سمجھا کہ اس اہم مسئلے کو اس ایوان اور قوم کے سامنے رکھوں اور اس کے لیئے دوسری شہادتیں بھی موجود ہیں ہندوستان کے اخبارات اور آل سندھ کانفرنس جو وہاں کی جا رہی ہیں وہاں سے خصوصی رسائل جو نکالے جا رہے ہیں بین الاقوامی افراد اور ایجنسیز نے جو مطالعہ کیا ہے اور اس میں جو linkage بتایا جاتا ہے یہ ساری چیزیں اس مسئلے کو واضح کرتی ہیں اس بنا پر میں سمجھتا ہوں کہ یہ بڑا سنگین مسئلہ ہے اور اس معاملے میں حکومت پاکستان کو ملک کے نظریاتی تحفظ کے لیے سندھ کی سیاسی صورت حال کو بہتر بنانے کے لیئے، سندھ کی امن و امان کی صورت حال کو سنبھالنے کے لیئے اور ہندوستان پاکستان میں سیاسی عدم استحکام کے لیئے جو کام کر رہا ہے اس کا مناسب نوٹس لینے کی فکر کرنی چاہیئے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ہندوستان کی روش تو یہ ہے کہ کسی معاملے سے پاکستان کا کہیں دور و نزدیک سے بھی تعلق نہ ہو لیکن وہ برابر پاکستان کے خلاف اپنے

پروپیگنڈے کی توپیں داغتا رہتا ہے۔ اس کے برعکس ہمارا معاملہ یہ ہے کہ ہماری نظریاتی سرحدوں کو منہدم کیا جا رہا ہے ہمارے ہاں امن وامان کا مسئلہ پیدا کیا جا رہا ہے دہشت گرد بھیجے جا رہے ہیں کیا میں آپ کو یاد دلاؤں "The Militerization of mother India" جو کتاب ہندوستان میں شائع ہوئی ہے اور جس کا لکھنے والا ایک military strategy کا ماہر ہے اور اس نے اس کے اندر کم از کم ایک درجن مقامات پر نشاندہی کی ہے کہ کس طرح ہم نے سندھ میں آدمی بھیجے اور انہوں نے وہاں جا کر کیا کیا۔ اسی مصنف کی ایک دوسری کتاب بھی آئی ہے اور اس سے بھی ہمیں یہ شہادت ملتی ہے کہ یہ تمام حقائق سامنے رکھتے ہوئے میں جاننا چاہتا ہوں کہ وزارت خارجہ خصوصیت سے اس معاملے میں کیا اقدام کر رہی ہے اور ملک کے تحفظ کے لیے جو کوششیں کی جا رہی وہ کیا ہیں اس لیے کہ ڈیفنس محض گولہ بارود سے نہیں ہوتا بلکہ نفسیاتی جنگ اور پروپیگنڈہ مہم بڑی اہم چیز ہے اور اس کا ہم کس طرح مقابلہ کر رہے ہیں۔ ضمناً میں یہ بات جناب والا! عرض کروں کہ آپ کو معلوم ہوگا دوسری جنگ کے دوران کہ جس بی بی سی کی ہم آج بہت تعریف کرتے ہیں وہ بی بی سی وجود میں اس لیے آئی تھی کہ جرمنی میں گوئبلز نے جو پروپیگنڈہ مہم شروع کی تھی اس کا مقابلہ کیا جائے۔ جو پروپیگنڈہ مہم ہمارے خلاف جاری ہے اور جس کے اثرات ہماری سرزمین پر مرتب ہو رہے ہیں۔ میں جاننا چاہتا ہوں کہ ہم اس کا مقابلہ کس طرح کر رہے ہیں؟۔ شکریہ!

جناب چیئرمین: یہ 'Militarization of mother India' کے مصنف کا کیا نام ہے؟

پروفیسر غفور احمد: مصنف کا نام دراصل PENAM اور سری داس کچھ اس قسم کا نام ہے اس کی دو کتابیں آئی ہیں PENAM. جو ہے شخص اس سے پہلے فن حرب کا ماہر تھا اور ہندوستان کی انٹیلی جنس سروس کے اندر کام

کرتا رہا ہے۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی صاحبزادہ صاحب۔

Sahabzada Yaqoob Khan: Thank you Mr. Chairman, of course I share fully the concerns, apprehensions, misgivings, expressed so eloquently by the honourable Senator. Obviously this is a matter of deep concern and it is also a very serious issue. So, he is quite right to have aired it and to have brought it up in the form of adjournment motion. He is also right in his surmise that when I opposed it, it was on technical grounds and also because I wanted to make a statement on this issue and try to put at rest his apprehensions and I hope after he has heard my statement what I have to say, he may feel satisfied that the Government of Pakistan is certainly not negligent or oblivious to the kind of threats to which he has pointedly referred. Sir, the House is aware that the All India Radio started its damaging and mischivieous propaganda campaign in Sindhi language as early as in 1985 through a programme called "Sajjan Tokhay Khaber Kheri". It began projecting subversive themes instigating the local population to rise against the lawful authority, to try to subvert their loyalty and recently not only has the frequency of such programmes being greatly increased but also the tenor and tone have become more offensive. The honourable Senator is well aware that the Simla Agreement to which the Senator quite rightly referred, stipulates and I quote:

> "Both Governments will take all steps within their power to prevent hostile propaganda directed against each other"

If propaganda could be termed as hostile, the propaganda that is being launched by the 'All India Radio' certainly falls within that category and, therefore, is a violation of the understanding, the wording as well as the spirit of the Simla Agreement. In fact the Simla Agreement goes a step further on the positive side. It provides that

both countries will encourage the dissemination of such information as would promote the developments of good relations between them. The Government of Pakistan from time to time has drawn the attention of the Government of India to these provisions of the Simla Agreement, has also to their violation and has urged it to check hostile propaganda directed at and causing unrest and disruption in certain parts of our country. Needless to say the people of Pakistan and specially our brothers living in Sindh have not been taken in by and large by the subversive Indian propaganda.

Let me, however, reassure the House that the government is acutely conscious of the undesirable effect such malacious propaganda could produce and this matter including interference in our internal affairs in Sindh in the broadest possible way which includes all the kinds of actions to which the Senator referred was taken up with the Indian side quite recently during the meetings of our foreign secretary who brought this to the notice of his opposite side. We consistently called upon the Government of India to put an end to this hostile propaganda from the State controlled All India Radio. The question of possible coded message from across the border and other forms of incitement to create disorder to make inroads into our solidarity are threats which our security and intelligence agencies are particularly alert to. There are threats to which our agencies are particularly alert and counter measures to frustrate subversive designs operations of hostile agents protection of vital points and sensitive targets against sabotage and damage have been invigorated and enforced as they effect the law and order situation apart from being a security threat.

So, every effort is being made to protect ourselves against these dangers. We shall, of course, bring to the notice of the Government of India the continuance of this kind of propaganda and I think the raising of this question in this adjournment motion itself is a way of expressing the opinion that prevails in the public which is represented here

[Sahabzada Yaqoob Khan]

by the Senators and will strengthen our hands in this respect and we shall convey once again as a follow-up of the meetings of the two Foreign Secretaries. We should once again convey ourprotest against this continuing propaganda and as you know a further meeting of the two Foreign Secretaries is to take place in February and this subject will be brought up even more forcefully there particularly because from the Indian side there are counter allegations of actions of a similar sort, allegations against us with regard to parts of India such as the Indian Punjab and also parts which are not part of India such as Occupied Kashmir and so on and therefore, we will be able to point out to them that not only all their allegations against us are false and baseless but the fault lies primarily on their side. I hope with this explanation I would satisfy the Senator that the point that has been raised, has been registered, will be pursued, will be taken up vigorously and very forcefully. Thank you.

Mr. Chairman: In view of this assurance from the honourable Minister Prof. Khurshid Sahib would you like to press it?

پروفیسر خورشید احمد : میں صاحبزادہ صاحب کا ممنون ہوں اور مجھے یقین ہے کہ ماضی میں ضرور اس مسئلے کو اٹھایا گیا ہوگا جیسا انہوں نے وعدہ کیا ہے کہ آئندہ میٹنگ میں اس مسئلے کو زیادہ documentation کے ساتھ زیادہ مؤثر انداز میں اٹھایا جائے گا لیکن ایک سوال میں ان سے اور پوچھ لوں اور وہ یہ ہے کہ خود اپنے ملک کو اس پروپیگنڈے کے زہر سے محفوظ کرنے کے لیے سندھ کے عام انسانوں کو جو خطرہ درپیش ہے اس کے بارے میں ان کو آگاہ کرنے ان کے ذہن کو تیار کرنے اور اس کو expose کرنے کے لیے ہمارا ریڈیو ہمارا ٹیلی ویژن اپنے سندھی پروگراموں میں کیا کر رہا ہے۔ کیا اس کے بارے میں حکومت نے کچھ سوچا ہے اس لیے کہ جہاں اس کی ایک dimension یہ ہے کہ آپ ہندوستان سے احتجاج کریں ان کو

بند کرنے کی کوشش کریں اس کو کاؤنٹر کریں وہاں دوسری چیز یہ بھی ہے کہ جو آپ کے عام انسان receiving end پر ہیں انہیں محفوظ کرنے کے لیے یا ان کے اس کھیل کو ایکسپوز کرنے کے لیے آپ کیا کر رہے ہیں یہ دوسرا پہلو ہے اس کی طرف آپ کو توجہ دینی چاہیئے میرا اصل مقصد اس خطرے کا مقابلہ کرنا ہے اور یہی سمجھتا ہوں اس دوسرے پہلو کو بھی آپ لے لیں تو مجھے اس پر اصرار کرنے کی ضرورت نہیں ۔

Sahabzada Yaqoob Khan: Sir, I shall surely discuss this aspect with my colleague, the Minister for Information, I am not able to give youcuff anthe account of what precisely is being done and how that policy has been formulated or fashioned. But I shall surely take it up with my colleague, the Minister of Information and see to it that the point that the Senator has made is taken note of. Thank you, Sir.

Mr. Chairman: Professor Sahib don't you press it in view of this?

Prof. Khurshid Ahmed: Yes Sir, I don't press it.

Mr. Chairman: Not pressed. Half an hour for adjournment motions is over.
We come to the next item of the agenda i.e. legislative business. Mr. Muhammad Ali Khan, Dr. Noor Jehan Panezai and Syed Faseih Iqbal.

Mr. Muhammad Ali Khan: Mr. Chairman, we don't want to move this for the time being as we would like to have further discussions on this subject with the Minister concerned.

جناب چیئرمین: شکریہ، فصیح صاحب آپ کا کیا خیال ہے ۔

سید فصیح اقبال: میں بھی ان کی تائید کرتا ہوں ۔

جناب چیئرمین: تو اس کو ملتوی کر دیتے ہیں، میرا خیال ہے حکومت بھی اس پر سوچ بچار کر رہی ہوگی اگلی آئیٹم نمبر ۴، جناب سرتاج عزیز،

THE CHILD LABOUR BILL, 1990

Mr. Sartaj Aziz: Mr. Chairman, this Bill was moved by me in my capacity as a Private Member last March and the basic object was not only to update the legislation concerning the child labour because our Act on this subject dates to 1938 but since then a number of other important developments have taken place. The United Nations adopted a convention on the rights of children, which was adopted by the General Assembly in November, 1989. Article 32 of the Convention also recognizes the right of a child to be protected from economic exploitation and from performing any work that is likely to be hazardous or to interfere with the child's education or to be harmful to the child's health or physical or mental, spiritual, moral or social development. There were certain other requirements which also had to be kept in view. The United Nations Children Organization had actually carried out a review of the UN convention on the rights of children and all our legislation and pointed out with the help of the Punjab Law College team, as to what are the inconsistencies between the UN convention and various laws. So, I took those into account and prepared this piece of legislation not only to update various provisions in the Act of 1938. Because at that time when this law was adopted many dangerous processes in industries did not exist and at that time the list was confined to carpets, birri-making things like that. Since then we have many chemicals, we have many different kinds of toxic materials, pesticides which have come in, therefore, the list has to be updated. Similarly the fines which were laid in the old legislation were limited to only two hundred rupees which was totally inadequate as a barrier to the misuse of children. There were some other anomalies the most significant being the definition of the child, the Constitution lays down a child upto age 14 but our Factories Act had a different age and there were some other provisions in the Mines Act, the Shops and Establishment Ordinances which brought about certain inconsistencies. So, now in paragraph 15 of the bill

the modified application of certain laws in relation to penalties. the procedure relating to offences has been harmonized and the old Employment of Children Act has been repealed.

This will require consequential amendments in those Acts and in the Standing Committee the Justice Ministry undertook to bring it to the attention of those Ministries concerned so that the Mines Act, the Factories Act and the Shop Establishments Act could be considered for the purpose of effectiveness. Once this law is passed those provisions will stand modified but it will be useful to modify them in a more formal sense.

So, this Bill Mr. Chairman, is a very badly needed instrument because in many of our industries particularly carpet making and some of the other things like soap manufacturing, tanning, wool cleaning, pencil and birri making, the employment of very small children right down to the age of eight, nine, ten and eleven is very common. They are made to work very longer and this is not only inhuman but also destroys our future generation's ability to become useful members of the society. It denies them an opportunity for education. The facilities are so bad and meagre that their eye-sight is affected particularly in carpet-making and they are exposed to dangerous chemicals and other industries. They develop incurable diseases which should also be prevented.

So, while on the one hand the proposed law prevents, prohibits the employment of children in those processes and industries which are listed here in part (i) and (ii) and in view of this, it also prescribes certain facilities necessary for their health and safety in Section (13). Where children are allowed to work either for training or as apprentices then to that extent in terms of cleanliness, disposal of waste, temperature, dust, lighting, drinking water, fencing and various kind of other safety devices, the law requires certain

[M. Sartaj Aziz]

minimum requirement which must be enforced. So, I think this law is very desperate need of the hour if you want to protect our future generation and I do hope that the Senate will adopt this law.

I would like to, before concluding, say a few words on its implementation. As you are aware Mr. Chairman, the passage of law itself is no guarantee that it would be fully observed unless the implementation machinery is adequate. Even if the existing law with all its imperfections and inadequacies had been fully enforced a great deal of protection would have accrued to children but unfortunately our system of enforcement through various Inspectors and other low level governmental machineries has not been successful in preventing child labour abuse in various establishments. Therefore, the Standing Committee at my request has included in its report some proposals as to how the implementation can be speeded up if the law is adopted and here even on behalf of Government I can make a statement that the idea is to involve the non-governmental organizations, social welfare organizations and many other humanitarian organizations in the task of enforcing this legislation - not in terms of enforcing the law but in terms of reporting responsibility. Working with the establishment they can use persuasion and they can use common arrangements and facilities for looking after various health and safety standards and when they fail they can report to the authorities concerned at a higher level.

So, this is the starting point to look after children from the point of view of employment. It will require considerable follow-up action both on the part of the government and the non-governmental organization concerned to ensure that the underline objectives starting with more secure, more firm, more prohibited laws can be followed up by better community and welfare oriented measures which will protect our future generation from this kind of exploitation which is both intolerable and non-productive. Because the children are prevented from becoming useful

members of the society. So, with these words of introduction I will urge the Senate and request that the Bill be taken into consideration.

Mr. Hassan A. Shaikh: Sir, I was not able to understand about the nomenclature of the Bill. Here the nomenclature is 'Child Labour Bill'. am it mean to payat the time of birth of the child? Is it that labour? Can not we say something better in the nomenclature as employment of children or something?

Mr. Sartaj Aziz: The Bill was called the Employment of Children Act, 1938.

Mr. Hasan A. Shaikh: But the word 'labour' was not there.

Mr. Sartaj Aziz: In the new convention 'Child Labour' is a new nomenclature but I have no objection if you want something else.

Mr. Hassan A. Shaikh: I know the Children's Act, I have been practising in the courts.

Mr. Sartaj Aziz: I would not object at all to call this Act the 'Employment of Children Act, 1990.

سید مصیح اقبال: جناب چیئرمین! یہ بل بڑا اہم ہے کیونکہ اس وقت اس ملک میں جو بھی پرانے قوانین رائج ہیں اس میں وہ تحفظ نہیں ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ مختلف علاقوں میں بیگار کیمپوں، گھروں اور ہوٹلوں میں ۱۲ برس سے کم عمر کے بچے کام کر رہے ہیں ان کے لئے سرکاری طور پر کوئی بھی قانون کا تحفظ نہیں ہے۔ اگر کوئی کچھ ہے بھی تو وہ ناکافی ہے۔ کارخانوں کے مالک لیبر انسپکٹروں سے میل ملاپ کر لیتے ہیں اور قانون کی خلاف ورزی پر انہیں کوئی بھی سزا نہیں ملتی لہٰذا ضروری ہے کہ ہم اس قانون میں ترمیم کریں۔ یونیسیف کی طرف سے ۱۹۹۰ء کو بچوں کا سال قرار دیا گیا ہے اور اس ضمن میں ایک قانون بنایا گیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ

اس کو فوری طور پر پیش کیا جائے میں اس کی مکمل تائید کرتا ہوں ۔

جناب چیئرمین: جناب پروفیسر صاحب ۔

پروفیسر خورشید احمد: جناب چیئرمین! میں بھی سمجھتا ہوں کہ یہ بڑا ہی اہم بل ہے اور ہمیں بڑی خوشی ہے کہ ہمارے بھائی سرتاج عزیز صاحب نے وزارت کا تاج پہننے سے بہت پہلے اسے پیش کر دیا تھا۔ اور ہم سب کی اس کو پوری پوری تائید حاصل ہے یہ ایک قومی مسئلہ ہے اور یہ ایک اچھی روایت قائم ہو رہی ہے اور ہندوستان میں یہ روایت موجود ہے یہ ضروری نہیں ہے کہ سرکاری بل ہی آئیں بلکہ وہ لوگ جن کا تعلق سرکاری پارٹی سے ہے وہ بھی پرائیویٹ بل پیش کر سکتے ہیں اور ان کے بل پاس بھی ہوتے ہیں ۔ ہم بھی اس روایت کو قائم کریں گے میں سمجھتا ہوں یہ ایک بڑی اچھی تجویز ہمارے سامنے آئی ہے اسے منظور کرنا چاہیئے اسے کمیٹی میں بھیجنا چاہیئے تاکہ اس پر اچھی طرح غور کر کے اس کا جائزہ لے کر اسے منظور فرمایا جائے ۔

ایک فاضل رکن: یہ کمیٹی میں بھیجا جا چکا ہے ۔

پروفیسر خورشید احمد: اگر بھیجا جا چکا ہے تو میں پوری طرح اس کے حق میں ہوں ۔

جناب چیئرمین: جناب قاضی لطیف صاحب ۔

قاضی عبداللطیف: جناب والا! اس بل کی اہمیت سے کسی کو انکار نہیں ہے یہ ضرور دیکھنا چاہیئے کہ جو چھوٹی عمر کے بچے کہیں مزدوری کر رہے ہیں آیا وہ کس مجبوری کی بنیاد پر کر رہے ہیں یا ان کو وہاں زبردستی لایا گیا ہے یا وہ شوقیہ وہاں پر کام کر رہے ہیں ہمارے ملک میں غربت بہت زیادہ ہے ورنہ کوئی والدین اپنے بچوں کو تعلیم سے محروم نہیں کرنا چاہتے ۔ اگر ان کے والدین ضعیف ہیں مزدور ہیں ناتواں ہیں اور ان کا کوئی روزگار نہیں ہے تو اس مجبوری کی بنیاد پر وہ اپنے بچوں کو کسی مزدوری کے لئے بھیج دیتے ہیں چنانچہ ان

بچوں پر اگر پابندی لگانی ہے تو پہلے ان کے گھر والوں کے معاملات کو دیکھ کر ان کے لئے کوئی وظیفہ مقرر کرنا چاہیئے تاکہ ان کا گذارا بھی ہو سکے اگر آپ ان کے لئے وظیفہ بھی مقرر نہیں کرتے اور ان کے بچوں کو محنت بھی نہیں کرنے دیتے تو اس کا نتیجہ کیا نکلے گا اور ان کا حشر کیا ہوگا۔ لہٰذا اس ترمیم کے ساتھ کہ اگر واقعتاً ان پر پابندی لگائی جاتی ہے تو پھر اس پہلو کو بھی دیکھا جائے کہ یہ بچے کس مجبوری کی بنا پر یہاں آئے ہیں کیا واقعتاً وہ شوقیہ آئے ہیں یا واقعتاً انہیں کوئی زبردستی لایا ہے پھر تو صحیح ہے کہ انہیں وہاں سے نکالا جائے لیکن اگر وہ مجبوری کی بنا پر وہاں آئے ہیں تو ان کے والدین کے وظائف مقرر کیے جائیں۔

جناب چیئرمین: جہانگیر شاہ جوگیزئی صاحب۔

نوابزادہ جہانگیر شاہ جوگیزئی: یہ بل کمیٹی میں پیش ہوا تھا جس کا میں بھی ممبر تھا بلکہ چیئرمین تھا۔ اصل چائلڈ لیبر کی تین صورتیں ہوتی ہیں ایک تو صورت یہ ہوتی ہے کہ بچہ کسی مکینک کے ساتھ کام سیکھتا بھی ہے اور کام بھی ہے اسی طرح سے وہ مکینک بن جاتا ہے لیکن اصل مقصد اس بل کا یہ تھا کہ اوسط مشقت زیادہ نہ لی جائے چاہے وہ خوشی سے کرتا ہے چاہے وہ مجبوری سے کرتا ہے۔ اس کا تحفظ اس صورت میں کیا جائے کہ اس سے اتنا زیادہ کام نہ لیا جائے جو اس کی نشوونما پر اثر انداز ہو۔ اس پہلو پر غور کرنا چاہیئے ہماری کمیٹی پہلے ہی اسے پاس کر چکی ہے۔

Mr. Chairman: Mr. Ghulam Faruque.

Mr. Ghulam Faruque: It is not so simple as it appears. This has very serious economic consequences. Some years back, Iran at the time of She hanshah stopped this child labour and the result was that the export of carpets from Iran went down tremendously. The knots that are put into the carpets by a child of certain age, with his nimble

[Mr. Ghulam Faruque]

fingers that make finer working than those by the grown up people. I had a talk personally on this matter with Shehanshah and I pointed out to him that you have passed this law and you will lose all the earning by the export of carpets. He said: yes, we have realized the consequences. Pakistan then came in and replaced those exports, because the child labour was there included. It is the nimble fingers of a child that make the small knots and all that and in the world market it enjoys a great deal of reputation and value. So, one has to consider this aspect also. Are you prepared to lose it? The consequences would be that if you bring it, you will lose a lot of exports.

جناب چیئرمین : اخونزادہ بہرہ ور سعید صاحب

اخونزادہ بہرہ ور سعید : جناب چیئرمین! اس بل کی افادیت سے کسی کو بھی انکار نہیں لیکن جیسے میرے دوستوں، جناب فاروق صاحب اور قاضی صاحب نے فرمایا ہے کہ آخر ان بچوں کو لیبر کرنے کی کیا ضرورت پڑی ہے وہ وہاں جاتے پر یا کام کرنے پر کیوں مجبور ہیں ان کا خیال تو صرف قانون کی طرف گیا ہے لیکن آپ دیکھیں کہ خشت سازی کے بھٹوں پر کیا ہو رہا ہے، شپ بریکنگ انڈسٹری کو دیکھیں کہ وہاں کیا ہو رہا ہے اس کے علاوہ بھٹوں میں خرکاروں کے بیگار کیمپوں میں بچوں کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ اس بل کے پاس ہونے سے کیا یہ ساری شکایات رفع ہو جائیں گی۔ اس کے لئے کیا کسی اور قانون کی بھی ضرورت ہوتی ہو گی یا نہیں ہو گی۔ مثلاً دفعہ ۳۶۴ میں ترمیم کی گئی آپ death penalty بھی لگائیں کہ اس قانون کی خلاف ورزی پر یہ سزا دی جائے مگر اصل بات یہ ہے کہ ہر والدین کو اپنے بچے عزیز ہوتے ہیں، یہ پاکستان کے بچے ہیں، ان کو تعلیم کی ضرورت ہے، ان کو دیگر میدانوں میں مہارت حاصل کرنے کی ضرورت ہے مگر وہ مجبوراً لیبر کرتے ہیں اس لیبر پر بندش عائد کی جائے تو کوئی دوسرا ذریعہ معاش ہونا چاہیئے تاکہ

دہ لیبر کے لیئے بہتر معاش کی جگہوں پر کام کر سکیں ۔ اگر یہ چیزیں نہیں کر سکتے تو صرف بل پاس کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا ۔ محض آپ کا یہ کہنا کہ بچوں کو ایسی جگہوں پر کام کے لیے نہ بھیجیں ، اور انہیں گھروں میں بٹھائیں کافی نہیں ہوگا ۔ میں کہتا ہوں کہ اگر آپ ایسے بچوں کو گھروں میں رکھیں گے تو والدین ان بچوں کو کیا کھلائیں گے ۔ ایسے لیبر کرنے والے بچے جن کے ماں باپ بوڑھے ہیں ، اپاہج ہیں ، غریب ہیں ان کے بچوں کے لیے آپ کیا کریں گے ۔ آپ کو اس مسئلہ پر بھی سوچنا چاہیئے ۔ آپ یہاں بل تو پاس کریں لیکن یہ بھی دیکھیں کہ ایسے بچوں کے لیئے متبادل انتظام کیا ہوگا ۔ اس بل کے ساتھ اس کی بھی وضاحت ہونی چاہیئے ، اس بل میں ایسی شقیں ہونی چاہئیں جن کے تحت گورنمنٹ ان بچوں کے لیئے کوئی متبادل انتظام کر سکے اور ایسے بچوں کے لیے ذریعہ معاش فراہم کرے جن کے ماں باپ غریب ہیں ۔ تبھی اس قانون کی کوئی افادیت ہو سکتی ہے اور اس بل کے پاس کرنے کا کوئی فائدہ ہو گا ۔ اس کے بغیر تو آپ کی یہ کوشش لاحاصل ہوگی ۔ صرف اتنا ہی ہو گا کہ سینٹ نے بل پاس کر دیا ہے ، اور یہ اخبار میں آجائے گا ۔ یہ قانون statute book پر آجائے گا ۔ لیکن کوئی اس کا effect نہیں ہوگا ۔ یہ کیسے implement ہوگا ، اس کے بارے میں سرتاج عزیز صاحب نے خود فرمایا ہے کہ اس کی مؤثر implementation کے لیے کوئی طریقہ تلاش کرنا ہوگا اس کی implementation کون کرائے گا ، کیا یہ جو بیوروکریٹس کی کلاس ہے ، یہ اس کو implement کرائے گی ۔ یہ کبھی نہیں کرائے گی ۔ جو لینڈ لارڈز ہیں وہ کبھی نہیں کرائیں گے کیونکہ ان کے کھیتوں پر پھر کون کام کرے گا ۔ اس لیے وہ کبھی بھی ایسا نہیں کریں گے ۔ سرمایادار کارخانوں میں اس پر عمل کبھی نہیں کرائیں گے تو پھر عمل اس پر کیسے ہوگا ۔ اس لیئے یہ بل پاس کرنا صرف دل خوش کرنے والی بات ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ اس پر کافی غور و خوض کیا جائے ۔

[Akhunzada Behrawar Saeed]

اگر متبادل کوئی انتظام کیا جائے تو پھر ٹھیک ہے ۔ لیبر کرنے والے بچوں کے کھانے پینے، رہائش وغیرہ کے لیئے کیا انتظام ہوں گے ۔ ان سب چیزوں کو مدنظر رکھا جائے تب تو یہ بل پاس کیا جائے ورنہ یہ بل جو ہے یہ ایک سعی لاحاصل ہے ۔

جناب چیئرمین: سید عباس شاہ صاحب ،

سید عباس شاہ: جناب والا! یقیناً جو بل پیش کیا گیا ہے اس کی افادیت سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا ہم ایک سوسائٹی میں رہ رہے ہیں جہاں آبادی کی explosion ہو رہی ہے اور روزگار کے مواقع بہت کم ہیں، سکولوں کی بہت کمی ہے یہاں پر دو چیزیں سامنے آتی ہیں ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ ہمارے ان بچوں کو جہاں لیبر کے لیے بھیجا جاتا ہے میں انہیں unrecognized schools کہوں گا ۔ وہاں انہیں تربیت دی جاتی ہے جیسے کہ کسی مکینک کے پاس کسی بچے کو پانچ سال یا چھ سال کے لیئے بھیج کر ٹریننگ دلوائی جاتی ہے اور دس سالوں میں وہ یہ کام سیکھتا ہے۔ یہی حال بھٹہ پر لیبر کرنے والوں کا ہے دستکاری سیکھنے کے لیئے اگر کارپینٹروں کے پاس ان بچوں کو نہ بھیجیں تو یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ کوئی ہنر یا دستکاری سیکھ سکیں ۔ کیونکہ کوئی سکول یا کوئی ادارہ ، ملکی لیول پر ایسا موجود نہیں ہے جس میں کہ بچوں کو یہ ہنر سکھایا جاتا ہو لیکن ان سب مجبوریوں کے باوجود ہم اپنی نئی پود کو کسی قسم کا تحفظ نہیں دلوا سکتے جیسے کہ ایک خرکار کے ساتھ ایک بچہ ۱۶ گھنٹے کام کرتا ہے اس بل میں انہیں protection دینے کے لیئے کہا گیا ہے کہ ایسی conditions میں جیسے کارپٹ فیکٹری میں مزدوری کا کام ہے کیا وہ کارپٹ فیکٹری کس جگہ پر واقع ہے وہاں کس قسم کے حالات ہیں، کیا وہاں ان کی صحت کا تحفظ ہوتا ہے۔ کیا وہ کوئی ایسی بیماری کا شکار تو نہیں ہو جائیں گے جیسے تپ دق ہے اور

continuously suffer

Digitized by Google

[Mr. Muhammad Ali Khan]

طرح کہ والدین کے حقوق اولاد پر ہوتے ہیں تو اس پانچ یا چھ سال کی عمر میں جب بچہ سکول میں داخل ہوتا ہے تو اس کو پرائمری پاس کرنے کے لیئے بھی پانچ سال چاہیئں ۔ اس عرصہ میں والدین کو چاہیئے کہ وہ بچے کی تعلیم کی خاطر اپنے پیٹ پر پتھر باندھیں اور ان کے لیئے قربانی دیں ۔ تاکہ یہ بچے پڑھیں اور اس کے بعد روزگار کے لیئے میدان میں آئیں ۔ جس طرح کہ ابھی بعض احباب نے فرمایا کہ بل کو زیادہ سخت نہ کیا جائے ، اس معاملے میں ، میں یقیناً ان کا ساتھ دیتا ہوں کہ اس کو زیادہ سخت نہ کیا جائے ۔ کیونکہ اگر صبح کو بچے سکول پڑھتے ہوں اور شام کے وقت کوئی ٹریڈ سیکھنا چاہتے ہوں ، یا مکینک بننا چاہتے ہوں یا قالین بافی کا کام کرنا چاہتے ہوں تو کر سکیں ۔ اور ان پر یہ پابندی نہ ہو ۔ جہاں تک بل پر حملہ آور کا تعلق ہے جناب والا ! وہ تو گورنمنٹ کا کام ہے ۔ ہمارا کام تو قانون سازی کرنا ہے اور جب قانون سازی ہو جائے گی تو پھر اس کی implementation وہی کریں گے اگر اس میں ان سے کوئی تاخیر یا کمی ہو جائے تو پھر اس پر یہاں ہم بحث کریں گے ۔ جہاں تک بل کا تعلق ہے جناب والا ! یہ اہم بل ہے اور ہمیں چاہیئے کہ اس کو پاس کریں ۔ شکریہ جناب !

جناب چیئرمین جی جناب حسن اے شیخ صاحب ۔

Mr. Hasan A. Shaikh: Sir, the hon'ble Minister does not seem to have seen that these schedules have been changed There is no schedule part (a) and (b) of the schedule as provided in Section 3.

Mr. Chairman: I noticed it too It may be noted that you have mentioned part (a) and part (b) of the schedule in section 3. There is part 1 & part 2 and no part (a) and (b).

Mr. Hasan A. Shaikh: That is there in the original Bill

جناب چیئرمین: یہ ذرا نوٹ کر لیں ۔ نماز کے لیئے پورے چھ بجے تک اجلاس ملتوی کرتے ہیں ۔

قاضی حسین احمد جناب والا! اذان کی آواز آنی چاہیئے۔

جناب چیئرمین جی آجائے گی جی ۔ ویسے ہی پورے چھ بجے تک ملتوی کر رہے ہیں ۔۔۔

[The House adjourned for Maghrab prayers]

[The House reassembled after interval with Mr. Deputy Chairman (Syed Muhammad Fazal Agha) in the Chair]

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی قاضی حسین احمد صاحب ،

قاضی حسین احمد: جناب چیئرمین ! یہاں پہ اس بل پر بات ہو رہی تھی جو جناب سینیٹر سرتاج عزیز صاحب پیش کرنا چاہتے ہیں ۔ Child labour کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ایک حدیث ہے کہ "جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور ہمارے بڑوں کی توقیر اور احترام نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔"

اس میں کوئی دو آراء نہیں ہیں کہ ہمیں اپنے بچوں کے تحفظ کے لیئے مختلف طریقے اختیار کرنے چاہئیں ۔ ان میں زیادہ مؤثر طریقہ ہمارے ہاں وہی ہے جو ہم اپنے ذرائع ابلاغ اور تعلیم گاہوں کے ذریعے سے لوگوں کے اندر بچوں سے پیار کرنے اور ان کے حقوق ادا کرنے کا احساس بیدار کرنے کا ہے ۔ لیکن اس کے لیئے مناسب قانون سازی کی بھی اگر ضرورت پڑے تو ضرور کرنی چاہیئے ۔ یہ چونکہ مغرب کی طرف سے ایک تحریک آئی ہے کہ ان کے حقوق کا تحفظ قانون کے ذریعے سے کیا جائے اس لیئے ہم بھی قانون کے ذریعے ایسا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں ۔ مغربی معاشرے میں اس وقت شکستہ خاندان میں broken families ہیں کسی کی ماں اپنی نہیں ہے ۔ کسی کا باپ اپنا نہیں ہے ۔ اس لیے ان کو قانون کے ذریعے سے تحفظ

[Qazi Hussain Ahmed]

دینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ آئے دن ہم اخبارات میں بھی دیکھتے ہیں کہ ہمارے دوست اور بھائی جو مغربی معاشرے میں رہتے ہیں وہ بھی ہمیں اپنی یہ تکلیف بیان کرتے ہیں کہ کبھی بچے ان کے خلاف تھانوں میں چلے جاتے ہیں اور اپنے والدین کے خلاف وہاں پر رپورٹ کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ قانون کے ذریعے سے ہر چیز کو درست کرنا چاہتے ہیں اور ہمارے ہاں خاندانی نظام کی قوت ہے۔ اس کی سلامتی ہے تمام چیزوں کا انحصار ہے اور الحمد اللہ ہمارے ہاں خاندان میں یہ قوت موجود ہے تو دیکھنا یہ ہے کہ بچہ کیا ہے اور اگر ان میں سات آٹھ نو سال دس سال تک کے بچے شامل ہوں تو ان کو تو یقیناً کسی مشقت میں نہیں ڈالنا چاہیئے اور پرائمری تعلیم ہی ان کے لیئے بنیادی چیز ہے لیکن گیارہ بارہ تیرہ چودہ سال کے جو بچے ہیں وہ بہت ساری دستکاریوں میں چلے جاتے ہیں کیونکہ معاشی حالت کے پیش نظر انہیں ایسا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور ان کے خاندانوں کو بھی ضرورت ہوتی ہے کہ وہ پرائمری تعلیم حاصل کرنے کے بعد کسی فیلڈ میں آجائیں۔ ہمارے ہاں تو پرائمری سکولز بھی اتنے کافی نہیں ہیں کہ ہمارے سارے بچے پرائمری سکولوں میں چلے جائیں۔ مجھے خود کچھ ایسی بیوہ عورتوں کے متعلق معلوم ہے کہ وہ اس تلاش میں رہتی ہیں کہ ان کے جو چھوٹے بچے ہیں کسی مستری کے پاس جاکر کوئی کام سیکھ لیں بچے گلی کوچوں میں آوارہ نہ پھریں بلکہ وہ کوئی ہنر سیکھیں اس لیئے یہاں پہ ہماری جو معاشی سطح ہے، تعلیمی سطح ہے، تہذیبی سطح ہے اس کے مطابق ہی قانون سازی ہونی چاہیئے۔

جناب چیئرمین! اگر ہم یہ قانون سازی قبل از وقت کریں گے یا اپنے معاشرے کو اور اس کے ڈھانچے کو دیکھے بغیر کریں گے تو یہ ہماری غلطی ہوگی اور پھر ہمارے ملک کے اندر تنقیدی اداروں کے ذریعے سے ہمارے قوانین کا جو حلیہ بگاڑا جاتا ہے وہ بھی ہم لوگوں کے سامنے ہے قوانین کا

غلط استعمال کیا جاتا ہے اور اس کو رشوت ستانی میں اضافے کا ذریعہ بنایا جاتا ہے اور جتنے بھی قانونی شکنجے سخت کیئے جاتے ہیں اتنی ہی ان اداروں کو تقویت پہنچتی ہے جو کہ کرپٹ ادارے ہیں اور قوانین کو وہ اپنی کرپشن کا ذریعہ بناتے ہیں اس لیئے میں سمجھتا ہوں جناب چیئرمین! کہ اس میں جلدی نہ کی جائے ہم نے تو اس کا مطالعہ بھی نہیں کیا مجھے تو ابھی یہ ملا ہے ہم اس کا مطالعہ کر لیں ذرا اس کو دیکھ لیں تو اس کے بعد اس پر غور شروع کیا جائے اور اس کو ایڈمٹ کرنے کی بات کی جائے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ، ڈاکٹر بشارت الٰہی،

Dr. **Bisharat Ellahi**: Thank you Mr. Chairman.

Mr. **Chairman**, I am not against this Bill to start with and I am fully behind the spirit with which this Bill is presented to the Senate. At the same time I fully endorse the views expressed by my colleagues, Qazi Sahib, Qazi Hussain Ahmed Sahib, Abbas Shah Sahib I feel what we need is 'a Child Labour Regulating Bill' which should not completely eliminate child labour but channelize this force and to develop useful avenues for the training of such children in crafts. My colleagues have already mentioned that there is a dearth of schools. We are unable to send all our children to schools because we do not have enough schools. The economic and other problems facing the population at large is another factor which must be kept in mind as has already been pointed out, some parents depend on the earnings of their children for their livelihood and I fully endorse the views of Qazi Hussain Ahmed that this Bill should be studied more carefully and then perhaps a via media could be found wherein we can get a desired legislation.

It is not legislation which matters, it is implementation which matters. Let us have a Bill which can be implemented and keeping in mind our peculiar, economic and other

circumstances. Thank you Sir.

Mr. Chairman: Yes Makdoom Hamid Uddin

مخدوم حمید الدین : جناب چیرمین! یہ صحیح ہے اور مجھے اس سے اتفاق ہے بعض دوستوں نے کہا ہے کہ اس قانون سے انڈسٹری کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے ۔وہ suffer کر سکتی ہے ۔ یہ جزوی طور پر صحیح ہو سکتا ہے ۔ مگر ایک بات میرے علم میں آئی ہے کہ یہ بل ایک خاص نوعیت کا ہے اس میں ایک خاص نفاست ہے ۔ چونکہ بچوں سے متعلق ہے ۔ان کی لیبر سے متعلق ہے اور ان بچوں کی لیبر کے متعلق جو ہم نے مختلف داستانیں سنی ہیں ۔ نوکر کیمپ اور بیگار کیمپ وغیرہ اس کے پیش نظر اس میں جذباتیت شامل ہو جاتی ہے ۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ میرے علم میں یہ بات بھی آئی ہے کہ اس بل پر متعلقہ سٹینڈنگ کمیٹی نے پوری عرق ریزی کے ساتھ کام کیا ہے اور اس کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے ۔ ویسے انسان سے غلطی تو ہو سکتی ہے ۔ کامل تو کوئی بات نہیں ہو سکتی ۔ اس پوری دنیا میں اس وقت تک کوئی بات اپنے کمال تک نہیں پہنچی ۔ البتہ اتنا میرے علم میں ہے کہ متعلقہ وزیر صاحب نے اپنے تجربے کے پیش نظر اور پورے محکمے نے اور پوری کمیٹی نے اس کے اوپر بڑی محنت کی ہے ۔ اور بڑی عرق ریزی سے کام لیا ہے ۔ اور اس کا کوئی ایسا گوشہ کوئی ایسا پہلو نہیں جس پر اور examination کی مزید ضرورت ہو ۔ اسکا مکمل جائزہ لینے کی پوری کوشش کی گئی ہے ۔ مثلاً اس میں یہ ہے کہ ۱۴ سال کی عمر کے لڑکوں کی لیبر کی نوعیت مختلف ہو گی ان کے اوقات کار مختلف ہوں گے ۔ ان کے ساتھ سلوک مختلف ہو گا یہ تو اور بات ہے اس کی implementation میں precision اور exactitude کس حد تک آئے گی ۔ یوں اگر سوچا جائے تو ہمارے ۔ بہت سے

کاروبار ہیں جہاں صحیح معنوں میں کام نہیں ہو رہا ہے اور کسی قانون کی صحیح implementation نہیں ہو رہی ہے مثلاً ریلوے اسٹیشن پر دیکھا گیا ہے کہ ۱۴ سال کی عمر کے لڑکوں کے اوقات کار بھی مختلف ہوں گے۔ اور ان کی لیبر کی نوعیت بھی مختلف ہوگی اس کے بعد ۱۴ سے لے کر ۱۸ سال کے جو لڑکے ہیں ان کے اوقات کار مختلف ہوں گے ان کی لیبر کی نوعیت مختلف ہوگی اس لحاظ سے میں سمجھتا ہوں کہ ان دونوں پہلوؤں کو مدنظر رکھا گیا ہے اس چیز کے پیش نظر جناب وزیر صاحب موصوف اور جتنے کمیٹی کے ممبر صاحبان ہیں انہوں نے پوری محنت سے کام کیا ہے۔ اس لحاظ سے میں ان کی رپورٹ اور ان کے خیالات کی تائید و حمایت کرتا ہوں البتہ جیسے ڈاکٹر صاحب نے کہا ہے یا قاضی صاحب نے کہا ہے اگر اس پر اتفاق رائے ہو جائے تو مزید improvement بھی ہو سکتی ہے۔ اگر کچھ دوستوں کی یہ رائے ہے کہ اس کو مزید دیکھ لیا جائے تو مزید غور کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ یہ بچوں کا مسئلہ ہے اور اس میں ایک جذباتی پہلو بھی ہے اگر کوئی ایسی بات رہ گئی ہو تو اس میں مزید implement ہو سکے گی۔ اور حالات اور واقعات کے ساتھ ساتھ اصلاح کی گنجائش تو ہر قانون میں ہوتی ہے

جناب چیئرمین: سید عباس شاہ صاحب

سید عباس شاہ: جناب اس پر میں نے بات کی اور کچھ دوستوں نے بھی کی ہے۔ ان سارے پہلوؤں کو مدنظر رکھتے ہوئے وزیر صاحب اگر یہ سمجھتے ہیں کہ یہ تمام بل میں cover ہو گئے ہیں تو اس بل کے پاس کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہوگی۔ ان مسائل کو جو اس ہاؤس میں اٹھائے گئے ہیں۔ ہم میں سے بہت سے لوگوں نے نہیں پڑھا تھا اور مخدوم صاحب کی

[Syed Abbas Shah]

بات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان سارے پہلوؤں کو انہوں نے دیکھا ہے تو پھر اس میں کوئی برائی نہیں ہوگی۔ کیونکہ یہ بہت اچھا بل ہے اور اس کو نافذ کرنے کی ضرورت بھی ہے۔

جناب چیئرمین: فصیح اقبال صاحب

سید فصیح اقبال: جناب چیئرمین! ابھی جیسے ہمارے مخدوم صاحب نے فرمایا یہ بل میں نے پڑھا ہے۔ اس پر کافی انہوں نے محنت کی ہے اور اس کمیٹی نے کوئی بارہ deliberations اس پر کئے ہیں۔ اور آج ۳۱ دسمبر ۹۰ء کا آخری دن ہے۔ اور یہ بچوں کا سال تھا۔ تو کیا ہی بہتر ہو کہ یہ ہم آج ہی کے دن پاس کریں تاکہ یو۔این چارٹر کے مطابق بھی ہو اور پاکستان میں ایک اچھی روایت بھی ڈالیں۔ کہ جو سال ہم مناتے ہیں۔ اس کے لئے کچھ کام بھی کرتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ یہ تمام پہلو اس میں cover ہو گئے ہیں اور اس وقت جو قانون تھا۔ وہ بڑا ناقص تھا۔ میرا خیال یہ ہے کہ ہمارے وزیر صاحب نے یہ بڑا اچھا کام کیا ہے۔ اور اب میں امید کرتا ہوں کہ وہ مزید ایسے بل لائیں گے جن سے لوگوں کے مسائل حل ہو سکیں۔

جناب چیئرمین: جناب طارق چوہدری صاحب۔

جناب محمد طارق چوہدری: شکریہ جناب چیئرمین! اس بل کی اصولی طور پر کوئی شخص مخالفت نہیں کر سکتا۔ یہ درست ہے کہ ہمیں اپنے بچوں کو کسی مشقت میں نہیں ڈالنا چاہیے۔ تاکہ ان کی مناسب اور صحیح طریقے سے نشوونما ہو سکے۔ اگر ان کو تعلیم نہیں ملتی۔ تب بھی وہ کم از کم اپنی عمر اور صحت کے اعتبار سے ضرور اس حد تک پہنچ جائیں گے جہاں وہ زندگی کی آئندہ مشکلات کا آسانی کے ساتھ سامنا کر سکیں لیکن اس کے ساتھ ہی ہمیں بہت سے دوسرے پہلوؤں کو بھی سامنے رکھنا ہوگا ہمارے معاشرے میں بعض لوگ غربت کی اتنی نچلی سطح پر ہیں۔ کہ فی الواقعہ اس بات کی ضرورت ہے کہ بھی چلن بن کر کے ان کے لیے کسی مناسب ذریعے کا کسی مناسب امداد کا بندوبست کیا جائے

اگرچہ یہ ہمارے معاشرے اور حکومت کی ذمہ داری ہے لیکن عملاً ایسا ہو نہیں رہا ہے میں آپ کو دو چھوٹی چھوٹی مثالیں دیتا ہوں کہ میں دو بچوں کو جانتا ہوں جو فیصل آباد میں سب سے اچھے سکول میں پڑھتے تھے۔ ان کا باپ سرکاری افسر تھا جو ٹریفک کے حادثے میں مارا گیا۔ اس کے بعد ان دونوں بچوں کے لئے کوئی پڑھائی کا بندوبست نہیں ہو سکا۔ ان کی ماں ان کے لئے کوئی کھانے کا بندوبست نہ کر سکی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک دن میری موجودگی میں ان کی والدہ ایک اخبار کے دفتر میں آئی۔ اور وہ سفارش کرنے لگی۔ کہ میرے بچوں کو آپ اخبار پہلے دے دیا کریں۔ کیونکہ یہ جب اسکول سے آتے ہیں تو آپ کا اخبار اسوقت چھپتا ہے۔ اور انہوں نے لے جا کر بیچنا ہوتا ہے اور اس کے بعد یہ سکول کا کام کرتے ہیں۔ اگر دوسرے ہاکروں کے ساتھ ان کو بھی اخبار دیں گے تو ان کو اخبار بیچنے میں رات ہو جاتی ہے اور سکول کا کام کرتے کرتے اتنی رات گذر جاتی ہے کہ دن کو ان کے لئے اٹھنا مشکل ہو جاتا ہے اور وہ بچے وہاں سکول سے پڑھ کر آتے ہیں۔ اخبار اٹھاتے ہیں پھر بیچتے ہیں۔ اور اسی سے اپنی فیس ادا کرتے ہیں۔ اسی سے اپنا گھر چلاتے ہیں۔ اسطرح ایک چیف سیکریٹری جن کا انتقال ہو چکا ہے۔ ان کی بیوہ ایک مجسٹریٹ کے پاس آئی۔ اور اس نے کہا آپ میری مدد فرمائیں۔ کہیں سے بھی ایک بوری گندم میرے گھر بھجوا دیں۔ کیونکہ میں نے اور میرے بچوں نے پچھلے کئی دن سے روٹی نہیں کھائی ہے۔ چیف سیکریٹری کی بات کر رہا ہوں تو غربت کی اتنی نچلی سطح پر لوگ ہیں کہ ان کی مدد کرنے کی ضرورت ہے اور ان کے بچوں کو ہم کسی بھی طرح محنت مزدوری کرنے سے روک نہیں سکتے۔ بوٹ پالش کرنے سے کسی طرح روک بھی نہیں سکتے۔ ہمارے اپنے ہاں قبائلی علاقوں سے اتنے چھوٹے معصوم بچے ہم دیکھتے ہیں جو بوٹ پالش کر کے اپنا گزارہ کرتے ہیں۔ اور اپنے گھر والوں کا پیٹ بھی پالتے ہیں۔ ایک طرف تو یہ صورتحال ہے دوسری

[Mr. Muhammad Tariq Chaudhary]

طرف بعض گھرانے ہیں جو اپنے پیرٹ کا سلسلہ برقرار رکھنے کے لئے اپنے سات سال کی عمر کے بچوں کو دوڑ بڑی میں سمگل کر دیتے ہیں۔ جو بچے دوڑ میں سمگل ہوتے ہیں۔ انہیں اونٹ کے اوپر باندھ دیا جاتا ہے اور اونٹ کی دوڑ کروائی جاتی ہے۔ جب وہ اونٹ دوڑتا ہے تو ان بچوں کو تکلیف پہنچتی ہے۔ تو تکلیف سے وہ چیختے ہیں۔ کراہتے ہیں۔ تو جتنی زیادہ ان کی چیخیں بلند ہوتی ہیں۔ اونٹ اتنا ہی تیز دوڑتا ہے اور یہ تمام شیوخ اتنے بے درد لوگ ہیں۔ اور ہمارے افسران جو وہاں بیٹھے ہوتے ہیں ہمارے سفارت کار جو وہاں بیٹھے ہوتے ہیں کیا آج تک کسی نے کوئی ایک شکایت آپ تک پہنچائی ہے۔ کبھی آپ نے سنا ہے یہ لوگ کیا کر رہے ہیں۔ انہوں نے کیا تماشہ لگا رکھا ہے۔ اور ہمارے ایک دو نہیں سینکڑوں بچے عرب ملکوں میں اسی طرح سسک سسک کر مرتے ہیں۔

جناب ایک طرف تو یہ ان کی ضرورت ہے۔ ایک طرف ہمارے ہاں قانون سازی اس لئے کی جاتی ہے کہ اس کو پائمال کیا جائے پہلے ہی اتنے قوانین ہمارے پاؤں تلے روندے جانے کے لئے ہیں۔ اور ایک اور قانون پائمال ہونے کے لئے۔ ایک اور قانون انسپکٹر مقرر کرنے کے لیئے۔ ایک اور قانون ان معصوم چھوٹے چھوٹے بچوں کو جو اخبار بیچتے ہیں۔ محنت کرتے ہیں۔ مزدوری کرتے ہیں۔ ان کی پانچ سو روپے کمائی میں سے ایک روپے رشوت کا نکالنے کے لئے مست بنائیں۔ اگر آپ اس پر عملدرآمد نہیں کرا سکتے اگر آپ اس کے سبب اس کو دور نہیں کر سکتے تو ان قوانین کے بنانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ مجھے خوشی ہے کہ اسوقت اس کے محرک وزیر خزانہ ہیں۔ اگر وہ ایک بلین روپیہ اس غرض کے لئے رکھ دے اس کام کے لئے مختص کر دے ان لوگوں کی امداد کے لیئے رکھ دے تو پھر خوشی کے ساتھ ایسا قانون پاس کیا جا سکتا ہے اور ۱۴ سال کی عمر کے بچوں کے لئے برطرفیتے سے تحفظ فراہم کیا جا سکتا ہے۔ اگر آپ ایسا نہیں کر سکتے تو پھر للہ ایسے قوانین

مدت پاس کیجئے جو صرف توڑنے کے لئے بنائے جائیں۔

جناب چیئرمین: حافظ حسین احمد صاحب آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

حافظ حسین احمد: شکریہ جناب! جناب چیئرمین، ہمارے محترم سرتاج عزیز صاحب نے یہ بل ان دنوں میں پیش کیا تھا۔ جب وہ وزیر خزانہ نہ تھے۔ اب میں سمجھتا ہوں اس بل سے کسی کو اختلاف ہو نہیں سکتا۔ لیکن یہاں تین چیزیں اکٹھی کی گئی ہیں۔ ایک ہے بچوں کی مشقت دوسری بات بچوں کی ملازمت اور تیسری بات ہے بچوں کی تربیت، تو میں سمجھتا کہ اگر اس بل میں وضاحت کر دی جائے کیونکہ کچھ بچے ایسے ہیں جن کے والدین انہیں سکولوں میں تعلیم دینے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ نتیجتاً وہ اپنے بچوں کو کسی گیراج وغیرہ میں بھیج دیتے ہیں۔ ان کا مقصد بچوں کی کمائی کھانا نہیں ہوتا بلکہ بچوں کی تربیت ہوتا ہے اور وہاں کے جو مالک ہوتے ہیں۔ وہ ان بچوں کو پانچ دس روپے روزانہ دے دیتے ہیں۔ ایک نوعیت تو مزدوری کی یہ ہے۔ دوسری نوعیت یہ ہے کہ بعض والدین غریب ہوتے ہیں جس طرح طارق چوہدری صاحب نے کہا ہے۔ ان کی مجبوری ہوتی ہے کہ وہ اپنے بچوں کو اس لئے بھیجتے ہیں کہ وہ ملازمت کر کے کچھ پیسہ کما کر رات کو گھر لائیں۔ وہ بچے جو کسی مشروبات فروخت کرنے والے کے پاس۔ کسی چاٹ والے کے پاس۔ کسی فٹ پاتھ پر قائم ہوٹل والے کے پاس ملازم ہوتے ہیں۔ وہ صبح سے لے کر رات گیارہ بارہ بجے تک وہاں کام کرتے ہیں۔ دن بھر کی مزدوری کے بعد اس کاروبار کا مالک ان بچوں کو دس بیس روپے دے دیتا ہے۔ اسی طرح جو چاٹ والے ہیں وہ بھی چھوٹے چھوٹے بچوں سے کام لیتے ہیں۔ وہاں پر یہ شرط کوئی نہیں ہے کہ ان بچوں نے وہاں آٹھ گھنٹے ڈیوٹی دینا ہے۔ یا چار گھنٹے ڈیوٹی دینی ہے۔ بعض دفعہ تو گرمیوں کی راتوں میں کولڈ ڈرنک اور آئس کریم والوں کی دکانوں پر چھوٹے معصوم

[Hafiz Hussain Ahmed]

نیچے کام کرتے ہیں۔

محترم سرتاج عزیز کی خدمت میں میری ایک تجویز ہے اگر اس بل پر دوبارہ غور کیا جائے اور یہ تشریح کی جائے کہ جو بچے مجبوری کی وجہ سے مزدوری کرتے ہیں۔ ان کو کیا تنخواہ دی جا سکتی ہے اور جو لوگ بچوں کی غربت اور والدین کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھا کر، ان چھوٹے چھوٹے بچوں سے خواہ یہ دس سال کے ہوں یا بارہ سال کے ان سے اٹھارہ اٹھارہ، بیس بیس گھنٹے کام لیتے ہیں۔ اور پھر ان کے ہاتھ میں دس/ بیس روپے تھما دیتے ہیں۔ ان کی کیا سزا ہونی چاہیے۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس مقصد کے لئے ہم اس پر دوبارہ غور کریں تو یہ زیادہ بہتر ہوگا۔

جناب چیئرمین: جناب سرتاج عزیز صاحب۔

جناب سرتاج عزیز: جناب چیئرمین! میں تمام ممبران کا بے حد ممنون ہوں کہ انہوں نے اس بل پر اتنی سیر حاصل بحث کی ہے اور اس کے نتیجے میں کافی اچھی تجاویز سامنے آئی ہیں۔ اس بل پر جو نکات اٹھائے گئے ہیں وہ تین کیٹگریوں میں آتے ہیں۔ پہلی اس بل کے دائرہ کار اور اس کے اثر کے بارے میں ہے۔ دوسری اس کی implementation کے بارے میں ہے۔ تیسری ہماری اقتصادی صورت حال اور غربت سے۔ جس کی وجہ سے ہمیں وسیع تر مسائل درپیش ہیں۔

جناب والا! سب سے پہلے تو میں بل کے بارے میں یہ وضاحت کروں گا۔ کہ اس بل کے تحت تمام بچے جو ۱۴ سال سے کم عمر کے ہیں۔ انکی ملازمت پر جیسے کہ قاضی حسین احمد نے فرمایا ہے، مکمل پابندی عائد نہیں ہوتی ہے صرف چند ایک processes اور activities پر پابندی ہے اور ان occupations پر جو کہ شیڈول میں دیے ہوئے ہیں۔ پابندی عائد ہے۔ باقی جو ہیں جیسے مثالیں دی گئی ہیں کہ دستکاریاں ہیں، دستکاریاں ہیں

اور اس طرح کے اور کام ہیں ۔ یہ اس زمرے میں آتے ہیں جن سے بچوں کی صحت کو خطرہ ہوتا ہے یا جان کو نقصان less پہنچنے کا احتمال ہوتا ہے ۔ یا بچے کی آنکھیں خراب ہونے کا احتمال ہوتا ہے یہ provision جو اس میں رکھی گئی ہے clearly یہ بالکل آئین کے عین مطابق ہے کیونکہ آئین کی دفعہ میں بڑا لکھا ہوا ہے۔

"No child below the age of 14 years shall be engaged in any factory or mine or any other hazardous employment"

تو یہ اس کی تشریح ہے اس لحاظ سے : جو ملازمتیں بچوں کی صحت کے لئے یا ان کی جان کے لئے نقصان دہ ہوں ان پر کام کرنا مضر ہے ۔ اس کا جو دوسرا پہلو ہے کہ جہاں بچوں سے نوکری کرانے کی اجازت ہے وہ ایسے بچے ہیں جو ۱۴ اور ۱۸ سال کی عمر کے درمیان ہیں ۔ ان کے لئے بھی جو حالات کار ہیں۔ جو صحت اور سلامتی کے تقاضے ہیں ان کو پورا کرنے کے لئے یہ بل ضروری ہے جیسے ابھی کہا گیا ہے کہ بچے بارہ بارہ گھنٹے کام کرتے ہیں ۔ اس میں شرط یہ ہے کہ ایک دن میں کسی بچے سے چھ گھنٹے سے زیادہ کام نہیں لیا جائے گا ۔ اور وہ بھی تین گھنٹوں کے بعد چھٹی دی جائے گی ۔ روشنی کا انتظام کیا جائے گا ۔ اور باقی تمام لوازمات کا خیال رکھا جائے گا اس لحاظ سے وہ لچک یا flexibility موجود ہے ۔ جس کی طرف ممبران نے اشارہ کیا ۔

جناب والا ! کارپٹ انڈسٹری کا ذکر جناب غلام فاروق صاحب نے کیا ہے اس بل سے اس صنعت پر adverse effect پڑ سکتا ہے اس سلسلے میں Employment of Children Act, 1938 میں بھی پابندی موجود ہے۔ لیکن ابھی اس پر عمل نہیں ہو رہا ہے ۔ قالین بافی میں اگر آپ چودہ سال سے کم عمر کے بچوں کو لاتے ہیں ۔ تو ان بچوں کی دو تین سال میں نظر اسقدر خراب

[Mr. Sartaj Aziz]

ہو جاتی ہے کہ وہ اس کے بعد کام کرنے کے قابل نہیں رہتے - قالین بافی میں جو dust اور دوسری ضرر رساں چیزیں ہوتی ہیں جب تک انکا کوئی انسداد نہ کیا جائے مثلاً ماسک پہن کر کام کرنا وغیرہ - انکی صحت برقرار نہیں رہ سکتی - اس کام سے ان کے پھیپھڑے خراب ہو جاتے ہیں چھوٹے بچے کو جو دس گیارہ سالوں کا ہو یعنی نازک عمر میں ہو، اس کو اس کام پہ لگانا میں سمجھتا ہوں ہماری تہذیبی اور اسلامی اقدار کے لحاظ سے بھی غلط ہے ابھی قاضی حسین احمد صاحب نے ایک آیت پڑھی ہے - اس کی یہ کھلی خلاف ورزی ہے اس لئے اسمیں کوئی مناسب ترمیم کرنا ضروری ہے اسمیں چودہ سال سے کم عمر کے بچوں کے لیے apprenticeship کی اجازت دی گئی ہے - ٹریننگ کی اجازت دی گئی ہے اور ممکن ہے کوئی بچہ ۱۲ سال کی عمر میں شروع کرے اور جب ۱۴ سال کی عمر کا ہو جائے تو باقاعدہ اس کام کو کرنے کے قابل ہو جائے بشرطیکہ وہاں دیگر لوازمات بلور سے موجود ہوں اور روشنی وغیرہ کا انتظام ٹھیک ہو اسوقت ہمارے پچاس فیصد بچے ایسے ہیں جن کی عمریں ۸ اور بارہ سال کے درمیان ہیں اور وہ قالین بافی کے کارخانوں میں کام کر رہے ہیں - وہ اس کام سے بچ سکیں گے انکی صحت اور زندگی محفوظ رہ سکے گی - اس سے اس بل کا مقصد پورا ہو جائے گا - کیونکہ یہ سب سے بڑا شعبہ ہے جہاں ایسے کم عمر بچے کام کرتے ہیں - اگر وہاں ۱۴ اور ۱۶ سال کی عمر کے بچے موجود ہوں تو چھوٹے بچوں سے یہ کام کروانا کسی لحاظ سے مناسب نہیں ہے -

تیسری بات تعلیم کے متعلق کی گئی ہے - میرا خیال ہے ان اقدامات سے تعلیم کے لئے بچوں کو کافی وقت مل سکے گا - کیونکہ گیارہ بارہ سال کی عمر میں ایک بچہ پرائمری تعلیم حاصل کر لیتا ہے اور چودہ سال کی عمر میں مڈل سٹینڈرڈ تک پہنچ جاتا ہے - چھوٹی عمر میں کام شروع کر لینے

کی وجہ سے تعلیم میں جو رکاوٹ آتی ہے وہ بھی اسطرح دور ہو جائے گی۔ میں سمجھتا ہوں اس لحاظ سے اس بل میں لچک موجود ہے۔ جہاں تک اس پر عمل درآمد کا تعلق ہے اس کے بارے میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ صرف حکومتی سطح پر یہ implement نہیں ہو سکتا۔ اس کے لئے ہمیں اپنے ذرائع ابلاغ کو، اپنی فلاحی تنظیموں کو۔ جیسے قاضی حسین احمد صاحب نے کہا ہے مذہبی اداروں کو استعمال کرنا ہے امام مسجد صاحب اسمیں اہم رول ادا کر سکتے ہیں۔ وہ لوگوں کو تلقین کر سکتے ہیں کہ اس طرح بچوں سے کام لینا قرآن اور سنت کے بھی منافی ہے

جناب والا! تمام مسائل جو ہیں وہ کوئی بھی قانون حل نہیں کر سکتا قانون سے تو آپ کو انتظامی اور قانونی لحاظ سے ایک موقع ملتا ہے کہ ایک بدعملی کو اور ایک غلط کام کو کنٹرول کیا جا سکے۔ لیکن از خود قانون ہمارے سارے مسائل حل نہیں کرتا۔ جو بل ہمارے پاس موجود ہے اس کو بہتر کرنے کی اور update کرنے کی بہر حال ضرورت ہے اور اس کے لئے کوشش کی گئی ہے۔ کہ وہ بہتر ہو اس لئے اگر کوئی معزز رکن کوئی بہتر تجویز پیش کرنا چاہے تو اسے خوش آمدید کہا جائے گا سینٹ میں اسکو زیر بحث لا کر فیصلہ کیا جا سکتا ہے

جہاں تک اس میں حائل اہم مسئلہ والدین کی عزت کا تعلق ہے جس کی وجہ سے مجبوراً لوگ اپنے چھوٹے بچوں کو کام پر بھیجتے ہیں۔ اور قانون کے ذریعے یہ حل نہیں ہو سکتا تاہم میں اس سلسلے میں، اپنی سرکاری حیثیت سے یقین دلا سکتا ہوں کہ ہماری پارٹی کا جو منشور ہے اور جو ہماری پارٹی کی پالیسی ہے۔ اس کے تحت فلاحی اقدامات اٹھائے جا سکتے ہیں human resources کے context میں اور اصلاح معاشرہ میں یہ بل کافی اہم مقام رکھتا ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ سیکشن 5

[Mr. Sartaj Aziz]

کے تحت ایک National Committee on the Rights of the Child تشکیل دی جا رہی ہے۔ جس کے چیئرمین اعلیٰ رتبے کے ہونگے اور اس کے دس اراکین بھی very high and moral standing کے ہونگے۔ میں یہ وعدہ کرتا ہوں جب یہ بل adopt ہوگا تو اس کے بعد اس کمیٹی کی میٹنگ دو تین روز کے اندر بلا کر، وہ تمام مسائل اس میں رکھے جائیں گے جن کی نشاندہی یہاں کی گئی ہے convention on the rights of the child میں بہت ساری ایسی باتوں کی نشاندہی کی گئی ہے کہ آپ کس طرح کا انتظام کریں جس سے رضا کار تنظیموں کے ذریعے بچوں کو تھوڑا بہت کام دیا جائے یا ان کے خاندان کو کام دیا جائے یا بے یار و مددگار بیواؤں کی مدد کی جائے تاکہ وہ مجبوراً بچوں کو کام پر نہ بھیجیں۔ یہ جتنی تجاویز ہیں۔ پھر اس کو نسل کے ذریعے انتظامی لحاظ سے اور پالیسی کی سطح پر کارآمد ہو سکتا ہے۔ میں یقین دلاتا ہوں جیسے طارق چوہدری صاحب نے point o کیا۔ انشاءاللہ جن وسائل کی ضرورت ہوگی۔ وہ بھی اس مقصد کے لئے مختص کیے جائیں گے۔ لیکن ظاہر ہے یہ تمام باتیں قانون کے دائرے میں، نہیں آتیں یہ پالیسی institutional framework کے دائرے میں آتی ہیں اس قانون کو کرنے کے لئے۔ جب تک ان پر عمل اس لیے نہیں ہوا کہ اس کو نافذ کرنے والے صرف دو چار انسپکٹر تھے کام کسی ایک محکمے کے سپرد تھا۔ جہاں اہلکار چند پیسے لے کر سرٹیفکیٹ دے دیتے ہیں۔ اب اس بل میں یہ پابندی ہے کہ جو بچوں کو روزگار فراہم کرے گا۔ ان کاموں میں جن کی ممانعت نہیں ہے تو وہ ایک رجسٹر رکھے گا اور اس کے لئے جتنی سہولتیں درکار ہیں۔ اور جو لوازمات درکار ہیں۔ ان کی فراہمی کو وہ انسپکٹر یا محکمہ verify کر سکتا ہے۔ اگر ایک انسپکٹر کام پوری طرح کرے گا تو کوئی بھی ادارہ چاہے دیلفیئر کا ہے یا

مذہبی ہے وہ رپورٹ کر سکتا ہے۔ کہ اس انسپکٹر نے اپنا کام نہیں کیا وہ اس کی شکایت بھی کر سکتا ہے۔ یہ میری گزارشات ہیں۔ اور ان خیالات کی حامل جو ترامیم یہاں پیش ہوئیں۔ اس میں دو ٹیکنیکل ترامیم ہیں۔ جن کی نشاندہی کی گئی ہے۔

(۱) اس میں سیکشن ۳ کے پارٹ اے اور بی کو I اور II کہا جائے یہ ایڈیٹوریل ورک ہے اس کو کیا جا سکتا ہے۔ اس سلسلے میں ترامیم پیش کریں گے تو وہ زیر بحث آجائیں گی میں یہ تجویز پیش کروں گا کہ سینٹ کے قواعد کے قاعدہ ۹۲ کے تحت اس پر عام بحث ہو چکی ہے اسے اگلے پرائیویٹ ممبرز ڈے پر ملتوی کیا جائے کیونکہ اس کے لئے ترامیم پیش کرنے کے لئے دو دن کا نوٹس دینا ضروری ہے۔ میری خواہش ہے جیسے کہ فصیح اقبال صاحب اور عباس شاہ صاحب نے کہا ہے کہ اگر اس کی مخالفت نہیں ہے تو آج ہی اسے منظور کر لیا جائے۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ چند ممبر صاحبان اس میں ترامیم پیش کرنا چاہتے ہیں تو ملتوی کر سکتے ہیں

They have to move their amendment, any member may given notice of any amendment.

اگر کوئی ممبر ترامیم دینا چاہتے ہوں تو وہ قاعدہ ۹۲ کے تحت نوٹس دے سکتے ہیں لیکن اسکا تقاضا یہ ہے کہ اگلے پرائیویٹ ممبرز ڈے جو قبل غالباً اتوار کو ہوگا جمعرات تک ترامیم پیش کر دے تاکہ اگلے سیشن میں ان ترامیم کو dispose of کر کے اس بل کو منظور کیا جا سکے۔

قاضی عبداللطیف: جناب گزارش یہ ہے کہ سرتاج عزیز صاحب نے بڑی وضاحت سے اپنے ارشادات فرمائے۔ تمام بچے قوم کے بچے ہیں۔ ہر ایک باپ یہ چاہتا ہے کہ اسکا بچہ صحتمند، تندرست اور لائق ہو۔ ایک تجویز جو سننے میں آرہی ہے کہ حکومت پرائمری کی تعلیم لازمی کر رہی ہے

اگر یہ لازمی قرار دیجاتی ہے تو پھر یہ مسئلہ خود بخود حل ہو جاتا ہے۔ یہاں آپ کہتے ہیں۔ کہ چھوٹے بچوں کو کاروبار پر نہ بھیجیں لیکن ہمارے پاس تعلیم کا اتنا کافی انتظام نہیں ہے کہ تمام بچوں کو سکولوں میں داخلہ دے سکیں۔ اسکا نتیجہ یہ نکلے گا وہ بچے آوارہ گرد بن جائیں گے اور گلیوں میں پھریں گے اور نشہ وغیرہ کریں گے۔ اس خرابی سے بچنے کے لئے بھی یہ ضروری ہے کہ آپ تعلیم کو عام کر دیں اور پرائمری کی سطح تک لازمی کر دیں۔ اسطرح وہ بچے تعلیم سے فارغ ہی نہیں ہوں گے۔ تو مزدوری کے لئے کیسے جائیں گے۔ لہٰذا یہ مسئلہ بھی آپکا حل ہو جائے گا۔

جناب چیئرمین: جی جناب سرتاج عزیز صاحب۔

جناب سرتاج عزیز: اس سلسلے میں جناب چیئرمین آپ کی اجازت سے میں ایک گزارش کروں گا کہ پرائمری تعلیم کا جہاں تک تعلق ہے اس کو کم از کم پانچ یا زیادہ سے زیادہ اگلے دس سال میں ہم universal کر رہے ہیں۔ ان تمام بچوں کو جہاں تک گنجائش ہوگی تعلیم حاصل کرنے کا موقع میسر آئے گا۔ اسوقت بھی جو لڑکوں کا enrollment ratio ہے یعنی جو بچے داخل ہوتے ہیں۔ وہ ۷۰ فیصد ہے اور لڑکیوں کا پینتالیس پچاس فیصد ہے۔ لیکن دو سال بعد اور کبھی تین سال بعد وہ ratio drop out ہو جاتی ہے۔ چھ فیصد بچے جو پہلی کلاس میں داخل ہوتے ہیں گیارہ سال کی عمر کو پہنچ کر وہ سکول سے چلے جاتے ہیں کیونکہ کسی کام کی تلاش میں وہ تعلیم چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ کہ ہم سکولوں میں تعلیم کے مواقع زیادہ کریں لیکن ساتھ یہ پابندی ہونی چاہیے کہ ۱۴ سال کی عمر تک والدین اس کو تعلیم مکمل کرنے کی سہولت بہم پہنچائیں گے۔ یہ کام زیادہ تر شہروں میں ہوتا ہے۔ شہروں میں سکولوں میں بچوں کے داخلے کی ۹۰ فیصد گنجائش موجود ہے۔ اور دیہاتوں میں دور دراز جگہوں پر سکولوں کی وجہ سے اتنی نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ قاضی

صاحب نے جو پوائنٹ اٹھایا کہ بچوں پر اس قسم کی کوئی پابندی ہے کہ کسی ملازمت میں ایک خاص عمر سے کم کے بچے نہ لیئے جائیں تاکہ وہ تعلیم حاصل کر سکیں تو تعلیم کے میدان میں زیادہ مواقع مہیا کرنے سے یہ مقاصد پورے ہو جائیں گے۔ اور پرائمری تعلیم کو پھیلا کرنے میں مدد دیں گے۔ کیونکہ ابھی جو drop out کا ratio ہے وہ اس لحاظ سے بہت زیادہ ہے۔ لیکن یہ میں مانتا ہوں کہ تعلیم کا نظام اس طرح ہو کہ اس میں بچے کو تھوڑی بہت ٹریننگ ہو تاکہ وہ بعد میں کام بھی کر سکے

Mr. Chairman: I will now move this motion. It has been moved by Mr. Sartaj Aziz that "the Child Labour Bill 1990 as reported by the Standing Committee be taken into consideration, at once."

(The motion was adopted)

Mr. Chairman: The motion is adopted.

جناب چیرمین: اب بل کو اگلی سٹیج کے لیئے موخر کرنا مناسب ہوگا۔ وہ سٹیج یہ ہے کہ جو بھی ممبر ترمیم پیش کرنا چاہے۔ وہ دے دے۔ اگلے پرائیویٹ ممبرز ڈے پر اس پر غور کر لیں گے۔

Now, we go to the next item which is No. 6 regarding further consideration of the following motion moved by Prof. Khurshid Ahmed and Mr. Muhammad Ali Khan on 31st December, 1989:-

"that the leave be granted to introduce the Zakat and Ushr Ordinance (Amendment) Bill, 1989."

I would like to draw attention of the Minister for Justice and Parliamentary Affairs Mr. Fakhar Imam to the following facts to enable him to reply the points raised by Prof

[Mr. Chairman]

Khurshid in his last discussion.

This is an important question. This Bill has been moved by Prof. Khurshid Ahmed and Mr. Muhammad Ali Khan. It seeks to amend the Zakat and Ushr Ordinance and the point which has been raised and which requires some consideration is whether this House can take this matter into consideration. The argument being that when the similar matter was taken up in the National Assembly, not the same but the similar matter, the Speaker ruled that it was a Money Bill. Now, this is not that Bill. The Speaker's determination which has been given finality is in respect of the Bill which came up before the National Assembly. So, technically there is no bar in the face of it to the Senate taking up this matter for consideration. Also another aspect is if I have to interpret, since this is a question which would affect the jurisdiction of the House, therefore, I would be persuaded to construe it very very narrowly, any exclusionary clause, anything which let us say that this is the jurisdiction of the National Assembly and If I have to construe the clause which is finality to the ruling of the Speaker then if I have to construe it narrowly. I have to construe it only in respect of that matter which was before the Speaker at that time because otherwise it would involve taking away the jurisdiction of the Senate and therefore, I would not like to give it a wider connotation. So, the other implication is, supposing this Bill is passed by the Senate and it goes to the National Assembly then, what does the National Assembly do. Supposing there again this question is raised that this is a Money Bill and, therefore, it should be discussed only in the National Assembly, so these are various ramifications of this argument.

Prof. Khurshid Ahmad, of course, argued already and may be he wants to add something to his arguments but the main thrust to his argument was that this is not a Money Bill. Mainly his argument was that Money Bill has been defined in the Constitution and this is not a Money

Bill that was his main argument and secondly, of course, he has also argued that the determination by the Speaker in respect of the similar matter does not concern the matter before the House which is sovereign to consider any matter when it comes. Also that this particular question, I think, is also subjudiced before the High Court. That matter has been taken up by the Senators and they have taken up this matter before the Sindh High Court where they are saying that that particular Bill which was passed - the certificate given by the Speaker was wrongly given and it was not a Money Bill, so that matter is in the High Court. Since you have taken over as Law Minister may be you would like to, I don't know whether you are ready to meet these arguments today but I know this is technical matter if you like to have some time, I am sure the House would have no objection in giving you time so that this matter can be considered in proper detail. Prof. Sahib, would you like to add something more?

پروفیسر خورشید احمد: جناب والا! میں بڑا ممنون ہوں کہ آپ نے میرا کام خاصا آسان کر دیا اور حقیقت یہ ہے کہ بنیادی مسئلہ ہے ہی یہ اور آپ کو یاد ہوگا اس ایوان میں اس مسئلے کو اٹھایا گیا تھا۔ کہ زکوٰۃ و عشر آرڈیننس اس ملک کا ایک اہم قانون ہے اور اس ملک کے عام قوانین کے لیے دستور یہ provide کرتا ہے کہ اس کا دونوں ایوانوں سے پاس ہونا ضروری ہے اور صرف وہ قانون جو محدود معنی میں منی بل ہے وہ صرف قومی اسمبلی میں پاس ہو سکتا ہے۔ اور اس کے لیے سپیکر کا سرٹیفکیٹ جاری کرنا کافی ہے۔ ہم اس پر بہت تفصیل سے بحث کر چکے ہیں۔ evidence بھی دے چکے ہیں۔ کہ زکوٰۃ و عشر آرڈیننس کو by any stretch of imagination منی بل قرار نہیں دیا جا سکتا جو کچھ ہوا ہے وہ یہ ہے کہ فنانس ایکٹ کے ذریعے سے ایک ایسے قانون کو amend کر دیا گیا ہے۔ جو خود منی بل نہیں ہے اور یہ روایات بھارتی پارلیمنٹ میں بھی اور ہمارے ہاں بھی موجود ہیں۔ اگر یہ سمجھا جائے کہ فنانس ایکٹ کو بروئے کار لانے کے لئے کسی خاص معاملے کو براہ راست منی بل

[Prof. Khurshid Ahmed]

سے تعلق نہیں ہے - amend کرنا ضروری ہے تو اس کو بھی کیا جا سکتا ہے - گو اس کے بارے میں دو آرا ہیں اور میں نے یہ بھی خیال پیش کیا تھا کہ بھارتی پارلیمنٹ میں کم از کم دو instances ایسے ہیں - کہ جہاں اس قسم کے قوانین کو چیلنج کیا گیا ہے کہ وہاں لفظ Money Bill کا صحیح استعمال نہیں ہوا - لیکن میں سمجھتا ہوں کہ وہ اسوقت میرے لئے relevant نہیں ہے کیوں کہ بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ اگر ایک فنانس ایکٹ کے ذریعے سے کسی ایسے قانون کو جو خود منی بل نہیں ہے amend کیا گیا ہے تو اسکے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ قانون منی بل بن جاتا ہے اور وہ قانون اس طریقے سے دونوں ایوانوں کی jurisdiction میں رہے گا اور اس کی حیثیت ایک عام قانون کی ہوگی - اب ہم نے جو کچھ کیا ہے وہ یہ ہے کہ زکوٰۃ اور عشر آرڈیننس میں جو تبدیلیاں ایک خاص طریقے سے ایک خاص طریقے سے کر دی گئی تھیں - اور آیا وہ legal تھیں یا illegal وہ ایک الگ بحث ہے - اور اس کے لئے ہم نے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا ہے - لیکن یہ ہماری jurisdiction ہے یا اسمبلی کی کہ ایک نئے بل کے ذریعے سے ملک کے کسی بھی قانون میں کوئی ترمیم کر دیں اور ترمیم کے معنی ہیں کہ اس میں اضافہ کر دیں یا کمی کر دیں یا کسی چیز کو تبدیل کر دیں تو ہم نے اس بل کے ذریعے سے یہ کیا ہے کہ جن چیزوں کو زکوٰۃ اور عشر آرڈیننس سے نکال دیا گیا تھا یا بدل دیا گیا تھا - اس بل کے ذریعے سے انہیں ان کی اصل شکل میں بحال کیا ہے تو اس بنا پر کم از کم اسے مالی بل نہیں جا سکتا اور اس معاملے میں، میں بہت کلیئر ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ وزیر قانون اس معاملے میں میری تائید کریں گے - اگر میری یہ اطلاع صحیح ہے - اخباری اطلاعات کی حد تک یہ بات سامنے آئی ہے - کہ خود مرکزی کابینہ نے اس مسئلے پر غور کیا ہے اور جو اخبارات میں بات شائع ہوئی

ہے وہ یہ ہے کہ جو زیادتی زکوٰۃ و عشر آرڈیننس کے ساتھ کی گئی تھی
مرکزی کابینہ کی سوچ یہ ہے کہ اس کو اس کی اصل شکل میں بحال کر
دیا جائے ۔ تاکہ دونوں مقاصد حاصل ہو جائیں ۔ پہلا مقصد ہے شریعت
کی بالادستی ۔ اس لئے کہ زکوٰۃ یا عشر ایک معمولی ٹیکس نہیں ہے ۔
یہ ایک عبادت ہے اس کے واضح نتائج ہیں ۔ اور دوسری چیز ہے
صوبائی خود مختاری ۔ یہ شریعت کا منشاء بھی ہے اس لیئے کہ زکوٰۃ کا
اکٹھا کرنا اور اس کے مستحقین میں تقسیم کرنا اول حق ان لوگوں کا ہے
جہاں سے زکوٰۃ لی جا رہی ہے ۔ یعنی جس مقام سے لی جا رہی ہے ۔
کے وہاں مقامی لوگوں کو دی جائے یہ دونوں چیزیں جو ہیں ہم نے ان کی خاطر
اس بل کو پیش کیا ہے ۔ اور میرے علم کی حد تک مرکزی کابینہ نے ان دونوں
نکات کو صحیح سمجھا ہے اس کی تائید کی ہے اس بنا پر میں سمجھتا ہوں کہ آپ
مجھے موقع دیں کہ میں اور میرے ساتھ محمد علی خان صاحب اور قاضی
عبداللطیف صاحب جو اس بل کے معاون ہیں ۔ ہم آج اس کو کم از کم
introduce کر دیں اس کے بعد کمیٹی سٹیج پر اس کو examine
کر لیا جائے گا ۔

جناب چیئرمین : اس پر بحث اس لئے کی گئی تھی کہ مجھے فیصلہ یہ کرنا ہے
کہ کیا میں اس کی اجازت دے سکتا ہوں یا نہیں دے سکتا ۔ میرے خیال میں
آپ کی جو بحث ہے وہ فخر امام صاحب نے سنی ہے ۔ کچھ میں نے بھی
summarize کیا ہے تو ان کی بات آج ، یا جب بھی موقعہ ملے سن کر
فیصلہ کر لیا جائے and then the other things will follow

پروفیسر خورشید احمد : قبل اس کے کہ فخر امام صاحب کچھ کہیں ۔ میں ریکارڈ
درست رکھنے کے لئے عرض کروں گا کہ جہاں تک مجھے یاد ہے ۔ پچھلی

[Prof. Khurshid Ahmed]

حکومت نے بھی اس پر ابھی تک اپنا فارمل اعتراض نہیں کیا تھا وہ reservation تو ظاہر کر رہے تھے - لیکن فارمل اعتراض نہیں کیا تھا - اس لیے میں سمجھتا ہوں یہ مسئلہ غیر متعلقہ ہے اگر حکومت فارمل اعتراض کرتی ہے کہ وہ اس کو مالی بل سمجھتی ہے تبھی تو مسئلہ پیدا ہوگا - لیکن اگر یہ فارمل اعتراض ریکارڈ پر نہیں آتا تو میرے خیال سے آپ کو ہمیں موقع دینا چاہیے - کہ ہم اس کو پیش کریں -

جناب چیئرمین : دیکھ لیتے ہیں کہ وزیر صاحب نے اپنا کوئی نقطۂ نظر بنایا ہے - یا اس پر غور کیا۔

Let us see what they have to say.

قاضی عبداللطیف : پوائنٹ آف آرڈر، گزارش یہ ہے جناب والا! جہاں تک آپ کی اجازت کا تعلق ہے - جب ایجنڈے پر آ گیا تو آپ کی جانب سے اجازت ہو گئی - اس کے بعد یہ ہے کہ بحث کے لیئے اگر آپ ایوان سے پوچھ لیں گے تو یہ اختیار آپ کو ہر وقت حاصل ہے اور ایوان کا ہر فیصلہ آخری فیصلہ ہوتا ہے لہٰذا میرے خیال میں تو آپ ایوان سے پوچھ لیتے ہیں تو یہ مشکل حل ہو جائے گی -

جناب چیئرمین : کئی فنی پہلو ہوتے ہیں، دیکھنا پڑتا ہے کہ کیا ہم اس کو ایجنڈے پر صحیح لائے یا غلط - یہ دیکھنا ہوتا ہے اب سوال یہ ہے کہ یہ جو لایا گیا ہے اس کو کالعدم تصور کیا جائے یا اس کو جائز تصور کیا جائے -

جناب سرتاج عزیز : اس کا جو پہلا نقطہ ہے وہ تو ظاہر ہے کہ پچھلی اسمبلی نے پچھلے بجٹ میں زکوٰۃ اور عشر آرڈیننس میں کچھ ترامیم کیں جو substantial nature کی تھیں اور اس کو منی بل میں include کر کیا اور اس پر سینیٹ کے بہت سے ممبران جس میں میں

بھی شامل تھا - ہم نے سندھ ہائیکورٹ میں پٹیشن دائر کی کہ یہ منی بل کی substantial legislation نہیں ہے اور منی بل میں یہ definition کر کے سینیٹ کو جو اس کا قانون سازی کا حق ہے - اس سے محروم کیا گیا ہے - وہ بات ایک جگہ مگر اب جب کہ وہ قانون کا حصہ بن گیا چاہے صحیح یا غلط - لیکن اسوقت وہ قانون کا حصہ ہے جب تک عدالت اس کو set aside نہ کرے تو چونکہ ایک ترمیم منی بل کے ذریعے ہوئی ہے - جیسا کہ پیرو فیسر خورشید احمد نے کہا کہ قانون میں مزید کوئی ترمیم کرنا ضروری نہیں کہ وہی پیرا گراف ہو، کوئی پیرا گراف بھی amend کرنے کا اختیار سینیٹ کو حاصل ہے - وہ جب چاہے اس کو amend کرے اب جب وہ amend ہو کر اسمبلی میں جائے گا تو یہ ان کی صوابدید ہے کہ انہوں نے جن حالات کے through کیا ہے وہ اسکو پاس کرتے ہیں - کہ نہیں کرتے - وہ پھر ایک الگ عمل ہے - جہاں تک سینیٹ کا حق ہے کہ اس قسم کے بل کو جب تک عدالت کوئی فیصلہ نہ کرے - وہ ان ترامیم کو تبدیل کریں کیونکہ ان کا جو بھی مقصد تھا محرکین سمجھتے ہیں کہ صحیح نہیں تھا وہ میرے خیال میں صحیح تھا - اور اس سلسلے میں آپ چاہتے ہیں - تو وزیر قانون صاحب یا اٹارنی جنرل اس پر مزید رائے دے سکتے ہیں -

دوسرا جو پہلو میں خاص طور پر بطور وزیر انچارج پیش کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ چونکہ اس دوران جب وہ کیا گیا حکومت کی تبدیلی ہوئی تو نئی کابینہ نے یہ محسوس کیا کہ جو ترامیم کی گئی تھیں - اس کے ذریعے زکوٰۃ کا پورا نظام وفاقی ہو گیا ہے جو اختیارات صوبائی سطح پر حاصل تھے وہ مرکزی سطح پر آ گئے اور اس سے جو زکوٰۃ کی تقسیم کا طریق کار تھا اس میں بہت ہی

[Mr. Sartaj Aziz]

رکاوٹیں آئیں اور جس طریقے سے زکوٰۃ کمیٹیوں کو تبدیل کیا گیا تھا اس میں بھی کچھ سیاسی محرکات تھے ان کو بھی تبدیل کیا گیا تو ۳۰ ستمبر کو کابینہ نے ایک آئین منظور کیا ہے جس میں سوائے دو کے، ایک جس میں شمالی علاقہ جات سے متعلق اور دوسری عشر کی collection کے متعلق تھی جو محکمہ مال کو دینے کے متعلق تھی باقی ترامیم انہوں نے واپس کر دی تھیں اور وہ جو legislation ہے چونکہ اس میں urgency ہے کہ پرانا نظام جو صوبائی سطح پہ تھا اس کو جلدی لایا جائے اس کو میرے خیال میں آرڈیننس کی شکل میں جلدی نافذ کیا جائے گا اور اس کے بعد وہ بل کی شکل میں سینیٹ یا اسمبلی میں پیش ہو جائے گا میری تجویز یہ ہے کہ جہاں تک اس قانون کو پیش کرنے کا سینیٹ کا حق ہے وہ بجائے خود مسلّم لگتا ہے لیکن چونکہ اس دوران ان ترامیم کے بیشتر جو اغراض و مقاصد تھے وہ حکومت کے اس اقدام سے قریباً پورے ہو چکے ہیں تو میں ممبران سے یہ گذارش کروں گا کہ وہ اس کو ڈرافٹ بل یا آرڈیننس کی شکل میں یہاں آنے دیں اور اگر وہ یہ سمجھیں کہ یہ کافی نہیں ہے اور اس میں چند باتیں ایسی ہیں جن میں مزید ترمیم کی گنجائش ہے تو اس مرحلے پر اس بل میں وہ ترمیم پیش کی جا سکتی ہیں چونکہ وہ آرڈیننس آنے والا ہے اور اس بل کو adopt کرنے میں اور پھر اسمبلی میں جانے میں وقت لگے گا اس دوران میں وہ چیز آچکی ہو گی اور ایک لحاظ سے یہ infructuous ہو جائے گا۔

میں اس وقت یہ بھی گذارش کروں کہ کابینہ نے جب یہ منظور کیا تو ساتھ ہی ایک کمیٹی تشکیل دی جو زکوٰۃ کا مستقل دائرہ کار ہے اس میں جو مزید ترامیم ہیں مزید improvements ہے اس کے لیے بھی سفارشات مانگی ہیں جو انشاءاللہ دو تین ہفتے میں آجائیں گی اور اس سلسلے میں ممکن ہے مزید legislation کی ضرورت پڑے یا انتظامی یا اور کسی اور طریقے سے ضرورت پڑے تو وہ بھی اس وقت پیش کی جائیں گی تو یہ مرحلہ ایسا ہے کہ نئی حکومت نے اس مسئلے کا پوری طرح نوٹس لیا ہے اس میں کچھ اقدامات کر لیے ہیں کچھ زیر غور ہیں اس لیے محترمین تھوڑا سا انتظار کریں اور دیکھ لیں کہ جو حکومت انتظام کر رہی ہے وہ اگر ان کے لوازمات کے مطابق ہو تو پھر ضرور اس پہ مزید ترامیم

یا مزید بل پیش کریں یہ میری گذارشات تھیں ۔

جناب چیئرمین: شکریہ جناب پروفیسر صاحب

پروفیسر خورشید احمد: جناب چیئرمین! جہاں تک قواعد کا تعلق ہے وہ چیز جو ابھی حکومت کے تصور میں ہے ہم اس کے بارے میں اچھی خواہشات اور تمنائیں تو ضرور رکھ سکتے ہیں لیکن اس کی بنیاد پر قانون سازی کے معاملات کو نہ ٹال کر سکتے ہیں نہ ملتوی کر سکتے ہیں قاعدے کی رو سے اگر آپ پرائیویٹ بل کے بارے میں دیکھیں تو یہ بہت واضح ہے۔ سینٹ کے قواعد و انصرام کار کی شق ۸۳ بہت واضح ہے ۔

Clause 83. (1) Motions for leave to introduce private members 'Bills shall be set down in the Orders of the Day or a day meant for private members' business and copies of the Bill shall be circulated alongwith the Orders of the Day.

یہ کام ہو چکا ہے ۔

Clause 83 (2) When the item is called, the member-in-charge may move for leave to introduce the Bill.

یہ بھی ہم نے کر دیا ہے ۔ اب تیسری چیز ہے

(3) If a motion for leave to introduce the Bill is opposed, the Chairman, after permitting, if he so thinks fit, brief explanatory statement by the member seeking leave and the Minister opposing it, may without further debate put the question.

(4) If leave is granted, the member-in-charge shall move forthwith to introduce the Bill, and on the motion being made the Bill shall stand introduced.

یعنی سینٹ کی jurisdiction in question نہیں ہے ۔ بل آپ کے سامنے آگیا ہے گورنمنٹ اس کو oppose بھی نہیں کر رہی ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس کے بعد اس کو سیدھے سیدھے انٹروڈیوس ہونے کا موقع ملنا چاہئے

جناب والا! دوسری بات یہ ہے کہ جہاں تک افہام و تفہیم کا تعلق ہے

[Prof. Khurshid Ahmed]

میں وزیر خزانہ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہمارا مقصد اس بل کو لانے سے زکوٰۃ و عشر آرڈیننس میں جو خرابیاں پیدا کی گئیں ہیں ان کی اصلاح ہے اور اس بل کے آ-۱۱ جانے کے بعد مزید اصلاح کا بھی دروازہ کھل جاتا ہے۔ سینٹ فوراً اسے پاس نہیں کر رہی ہے یہ پہلے سٹینڈنگ کمیٹی میں جائے گا اس عرصے میں حکومت کا نقطۂ نظر سامنے آجائے گا حکومت خود بھی وہاں اپنا نقطۂ نظر بیان کر سکتی ہے وزیر متعلقہ وہاں پر موجود ہوں گے اور سینٹ کے ارکان بھی موجود ہوں گے۔ اس اسٹیج پر جو تبدیلیاں یہ چاہتے ہیں لے آئیں گے۔ یہ بات کہ حکومت ایک فیصلہ کرے اور اس کے بعد ایک آرڈیننس لے آئے اور پھر اس کو ایوان میں لایا جائے میں سمجھتا ہوں کہ یہ بڑی بری روایت ہے جو ماضی میں قائم کی گئی ہے جس کو ہمیں ختم کرنا چاہیئے اب آپ کے پاس ایک proper Bill آگیا اس کو آپ بنیاد بنائیے اس میں نصف سے زیادہ چیزوں کا تعلق صوبائی خود مختاری سے تھا وہ آپ ان سے حاصل کر لیں گے مزید اگر کوئی procedural معاملہ ہے یا کوئی substantial matter بھی ہے تو اس کو ہم کمیٹی کی اسٹیج ڈسکس کر لیں گے یہ کوئی حکومت اور اپوزیشن کا معاملہ نہیں ہے بلکہ ایک خرابی کی اصلاح کی ہماری مشترکہ کوشش ہے۔ اس لیئے میں سمجھتا ہوں کہ یہ بل پہلے ہی خاصا لیٹ ہو چکا ہے اس کو انٹرڈیوس کرنے کا موقع دینا چاہیئے اور اس طرح ایک مہینے کے اندر حکومت کے لیئے بھی تھوڑا سا پریشر ہو گا کہ پورے معاملے کو سٹڈی کر کے جو تبدیلیاں کرنی ہیں وہ کمیٹی کی سٹیج پر ہم کر لیں گے اور اس طرح اگلے سیشن میں قائمہ کمیٹی کی رپورٹ آپ کے سامنے آجائے گی اور ہم اس پر ڈسکس کر لیں گے۔

جناب چیئرمین: آپ نے جو فرمایا قواعد کی رو سے وہ مناسب ہے لیکن آرٹیکل ۷۷ ذرا دیکھ لیں اس کا impact کیا ہو گا۔

Article 73(1) Notwithstanding anything contained in Article 70, a Money Bill shall originate in the National Assembly.

پروفیسر خورشید احمد: لیکن یہ تو کسی نے کہا نہیں کہ یہ منی بل ہے۔

جناب چیئرمین: دیکھیں تو میں کہہ رہا ہوں اس کا فیصلہ کرلیں۔

پروفیسر خورشید: یعنی گورنمنٹ کا موقف پہلے بھی یہ نہ تھا کہ وہ اس کو ایک منی بل سمجھتی ہے۔

Mr. Chairman: So, the Government has to take a stand on this issue.

پروفیسر خورشید احمد: اور یہاں بھی گورنمنٹ کا موقف ہمارے سامنے نہیں آیا کہ یہ منی بل ہے وزیر خزانہ نے کہا ہے کہ

Senate's competence is not in question

اس کا معنی ہے کہ وہ اس کو منی بل نہیں سمجھتے۔

Mr. Chairman: So, I think there are two questions involved. No. 1, that you have to now take a stand, whether in your view this is a money Bill or it is not a money Bill. If you feel it is not a money Bill there is no problem.

اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ یہ منی بل ہے اور اس کے باوجود ایوان کی رائے ہے کہ منی بل نہیں ہے تو پھر کیا ہوتا ہے۔ آپ کہہ دیں منی بل ہے اور ایوان کہتا ہے نہیں ہے تو پھر کیا ہوگا۔

So, on both these issues I think you need to take a stand.

Syed Fakhar Imam: Mr Chairman, I have not actually studied this Bill from this point of view but if it is exactly the same Bill as was presented in the last Assembly and both under the Law and the Constitution (under Article 73) as you have yourself said the conditions are put down of what a Money Bill is and fortunately or unfortunately

[Syed Fakhar Imam]

the Speaker's rulings as they have been taken up both in our legislature and as well as in the Indian legislature it is ultimately the Speaker who decides. Now, we would have to compare whether the hon'ble Senator's Bill is the same Bill or is it a different Bill. I have not actually examined both from that point of view. That is one issue because under our Constitution it is ultimately the Speaker who declares a Money Bill to be a Money Bill or not to be a Money Bill. Now, you are saying that even though it was declared by the former Speaker of the National Assembly and that particular law was declared to be a Money Bill. It has been challenged through a writ petition of the hon'ble Senators here who thought that their law making right was taken away. Because according to them, by the interpretation of the hon'ble Members of this House, the Speaker in his wisdom had declared it to be a Money Bill in their opinion it was not a Money Bill and I believe that as you have just said that the writ petition is still pending for a final decision by a court of law. At the same time you have said that even if it is declared to be a Money Bill whether the House, the sovereign House, i.e. the Senate, still has the prerogative or the right under the Constitution to examine it and hence take it up as a piece of legislation upon which it can legislate, I think, it needs further study and on this particular point as Sir, it would be fit if you could also ask the hon'ble Attorney General to make a statement.

Mr. Chairman: Okay, you make him available on the next Private Member's Day. Would you kindly request the Attorney General to be present here. You see, this Speaker's certificate is given under Article 73 (4) it says:

Article 73(4): If any question arises whether a Bill is a Money Bill or not, the decision of the Speaker of the National Assembly thereon shall be final.

Now, this Bill does not go to the Speaker. You see a Bill, whether a Bill is a Money Bill or not. Now, the

Money Bill which he declared to be the Money Bill is the Bill which came up before him; this Bill did not even go before him. This Bill, you know each Bill is different, that Bill did something, this is undoing that, it is a different Bill in that sense. It is undoing what that Bill did and this Bill will not even go to the Speaker. So, how can you declare a Bill in the Senate to be a Money Bill or not a Money Bill. So, it is a very serious matter and you can also look into it and on the next Private Members Day I think the Attorney-General should also address the House. Yes, Jehangir Sahib.

Mr. Jehangir Shah Jogezai: 'No law should be repugnant to Quran and Sunnah'.

This, Money Bill is hit by that article because it is religious obligation. How can it be considered as a Money Bill when it is a religious obligation and it is compulsory for the Muslims. It requires to be clarified.

Mr. Chairman: Yes Hasan A. Shaikh Sahib.

Mr. Hasan A. Shaikh: It has also come to notice Sir, that this matter has gone to the High Court.

Mr. Chairman: Well, not this matter, that matter.

Mr. Hasan A. Shaikh: Well, that matter, but this is undoing that matter.

Mr. Chairman: So, it is a different Bill.

Mr. Hasan A. Shaikh: This is undoing that matter, therefore, you will have to consider whether it is in your jurisdiction in spite of the fact that some members have chosen to go to the High Court, whether they should take up that matter without permission of the High Court or without have the matter being disposed of in the High Court. This also might be considered, it is a question of

jurisdiction of this House Sir.

Mr. Chairman: You please let us know if there is anything in the rules or the Constitution which says that if a matter is pending before the High Court or in the Supreme Court then the House is debarred from loking into it. I think there is no such provision.

Mr. Hasan A. Shaikh: There is no such provision but we have chosen, some Senators themselves have chosen to go there and one of them is Mr. Sartaj Aziz.

Mr. Chairman: In fact there are instances where while the matter is pending in a court the legislature intervened to correct or rectify the law.

Mr. Hasan A. Shaikh: Sir, in the British House of Commons there are many instances when they have changed their law while the matter was subjudice.

Mr. Chairman: So as far as the law making is concerned, the House, the Parliament is sovereign and the courts' jurisdiction is to interpret that law and sometimes if an interpretation is given which the Parliament may feel is not correct, the Parliament may intervene and re-enact or correct or change that and this can even be done when the matter is pending in this court.

Mr. Hasan A. Shaikh: Sir, we have unfortunately given up or forsaken our right of sovereignty by introducing and passing a Bill because the Supreme Court directed the legislature to pass a certain law in a certain matter.

Mr. Chairman: That again has been done under the Constitution.

آپ قصاص و دیت کی بات کر رہے ہیں۔

جناب حسن اے شیخ: جی ہاں۔

Mr. Chairman: The Constitution provides that if the time limit which has been given by the Shariat Court or the Supreme Court is expired, that law becomes void i the Supreme Court, infact, helped you by saying that okay we will extend the time, please enact something in substitution.

Mr. Hasan A. Shaikh: But Sir, we are giving legislative authority to the Supreme Court which I think we should avoid.

جناب چیئرمین : میرا خیال ہے کہ ایوان کی consensus اسی بات پر ہے کہ

We should adjourn this till the next Private Member's Day

اس دن فخر صاحب کو اور اٹارنی جنرل کو سن کر پھر اس پر مزید بات کریں گے۔ مختصراً آپ نے جو باتیں کی تھیں، وہ آپ بتائیں کیونکہ ذہن سے نکل جاتی ہیں۔ بنیادی طور پر آپ کے جو دلائل تھے وہ دہرائیں۔۔۔

(مداخلت)

پروفیسر خورشید احمد : تاکہ فخر صاحب اس معاملے کو نوٹ کر لیں اور اٹارنی جنرل سے بھی رجوع کر لیں۔ میری پہلی submission یہ تھی کہ زکوٰۃ اور عشر آرڈیننس ملک کا ایک عام قانون ہے وہ قانون جو پہلے تھا اور جو آج ہے، اس میں ترمیم سینٹ اور قومی اسمبلی دونوں کریں گے، یہ منی بل نہیں ہے۔ (۲) یہ کہ فنانس بل کے آرڈیننس میں جو تبدیلیاں کی گئی ہیں، وہ میری نگاہ میں فنانس بل کا ایک غلط اور extra constitutional استعمال تھا۔ دستور کے تحت سپیکر کا سرٹیفکیٹ اس خاص بل کے لیے تھا جس کا نام فنانس ایکٹ ۱۹۹۰ء تھا، جب تک عدالتیں اسے غیر قانونی قرار نہ دیں، تسلیم کیا جائے گا اور اس کے بارے میں یہ رائے رکھتے ہوئے بھی یہ صحیح نہیں تھا، ہمیں اسے ماننا پڑے گا اس لیئے کہ دستور کہتا ہے کہ سپیکر کی interpretation قطعی ہے لیکن اس کے

معنی یہ نہیں ہیں کہ سپیکر نے زکوٰۃ اور عشر آرڈیننس کو فنانس بل قرار دیا ہے۔ یہ میرا اہم نکتہ ہے کہ اس کے یہ ہرگز معنی نہیں ہیں کہ سپیکر کی کوئی رولنگ موجود ہے اس بات کے لیے کہ زکوٰۃ اور عشر آرڈیننس کو ہی فنانس بل قرار دیا جائے اس کی رولنگ صرف اس بارے میں ہے کہ وہ فنانس بل، وہ فنانس ایکٹ، جس میں بہت ساری چیزیں شامل ہیں اور ان چیزوں میں سے ایک چیز یہ بھی ہے کہ جس میں ترمیم کی گئی ہے وہ فنانس ایکٹ ہے۔ اور اس حیثیت سے جو بل یہاں پیش کیا گیا ہے اس کا کوئی تعلق سپیکر کی اس رولنگ سے نہیں ہے۔ ان دو باتوں میں ہمیں فرق کرنا ہوگا۔

تیسری چیز یہ ہے کہ اگر کسی معاملے میں کوئی نیا بل آتا ہے سینٹ میں تو اس میں سینٹ ہی اس بات کو طے کرنے کی مجاز ہے کہ آیا سینٹ کی نگاہ میں وہ منی بل ہے یا نہیں۔ اگر سینٹ کی نگاہ میں وہ منی بل ہے تو سینٹ اس پر غور نہیں کرے گی لیکن اگر سینٹ کی نگاہ میں منی بل نہیں ہے تو سینٹ اس پر غور کرے گی البتہ قومی اسمبلی کا یہ حق ہے کہ جب یہ بل قومی اسمبلی میں جائے تو وہ بھی اس پہلو پر غور کرے تو یہ تین الگ الگ issues ہیں۔ اور میری نگاہ میں ان چیزوں کے اوپر وزیر قانون کو اور اٹارنی جنرل کو اپنی آراء دینی چاہئیں۔

Mr. Chairman: You see, the important aspect is.

کہ اس کا جو مالیاتی پہلو ہے یعنی کہ زکوٰۃ کتنی دینی ہے، اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی، زکوٰۃ تو ایک شرعی مسئلہ ہے جتنی زکوٰۃ دینی ہے وہ متعین ہے اور جو ترامیم پیش کی گئی ہیں ان میں اس کے بارے میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی تبدیلی صرف انتظام میں کی گئی ہے کہ یہ جو انتظامی ڈھانچہ تھا جو پہلے صوبائی سطح پر تھا اب اس کو وفاقی کر دیا گیا ہے۔ تو یہ بھی ایک پہلو دیکھنے والا ہے کہ مالیاتی پہلو کو تو چھوا ہی نہیں گیا۔

Nobody has said that the Zakat shall now be so much or shall not be taken away from such and such person. That remains as it was, and changes have been made in the administrative structure and that also is another question whether that change has anything to do with the money aspect of the Bill.

ٹھیک ہے جی، حافظ حسین احمد صاحب،

حافظ حسین احمد: جناب میں سمجھتا ہوں کہ ایسی بات نہیں ہے بلکہ زکوٰۃ کی فرضیت یا اس کو ٹیکس سمجھنے کا سوال ہے پچھلی قومی اسمبلی میں، جب یہ بل منی بل کے ایک حصہ کی صورت میں پیش ہوا اس وقت ہم نے اسے oppose کیا اور ہمارا اس وقت بھی یہی نقطۂ نظر تھا کہ زکوٰۃ ایک فرض ہے اسے ٹیکس قرار دے کر منی بل کا حصہ نہیں بنایا جاسکتا۔ اس وقت سی او پی اور آئی جے آئی کے رفقاء جو کہ آج برسر اقتدار ہیں، انہوں نے بھرپور انداز میں اس کی حمایت کی تھی جس طرح آپ نقطہ نظر پیش کر رہے ہیں، میں اس سے اتفاق نہیں کر سکتا۔

جناب چیئرمین: نہیں میرا نقطۂ نظر نہیں بلکہ میں تو مختلف پہلوؤں کی طرف آپ کی توجہ دلا رہا ہوں۔

حافظ حسین احمد: یعنی آپ نے کہا ہے کہ زکوٰۃ کے انتظامات جو ہیں ان کی تبدیلی کی بات ہے۔

جناب چیئرمین: نہیں آپ میری بات نہیں سمجھے، میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اور پہلوؤں کے علاوہ ایک پہلو جس پر کہ غور لازمی ہے، وہ یہ ہے کہ جیسے پروفیسر خورشید احمد صاحب نے کہا کہ یہ بل ہے ہی نہیں، ایک تو ان کی یہ بحث ہے کہ یہ منی بل نہیں ہے اور اس میں انہوں نے وہ تمام باتیں کہی ہیں کہ یہ ایک فرض ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ٹیکس نہیں ہے۔ اس پر ان کی بحث آچکی ہے۔ دوسرا ان کا پہلو یہ ہے کہ جو تبدیلی کی گئی ہے وہ اس چیز میں نہیں کی گئی ہے۔ یعنی نہ زکوٰۃ لگانے میں اور نہ ہی ہٹانے میں، اس میں کوئی

[Mr. Chairman]

تبدیلی نہیں کی گئی ہے جو تبدیلی کی گئی ہے وہ انتظامی ڈھانچے میں کی گئی ہے

حافظ حسین احمد: جناب والا! اس کی تقسیم میں بھی کی گئی ہے وہ تو صوبائی خود مختاری کا مسئلہ تھا۔ سابقہ حکومت زیادہ سے زیادہ مرکز کی بات کرتی تھی۔ میں عرض کرتا ہوں کہ اگر یہ "فرض" ہے تو یہ منی بل کا حصہ نہیں بن سکتا۔ اگر یہ منی بل کا حصہ ہے تو یہ فرض قرار نہیں پا سکتا۔

جناب چیئرمین: یہ ایک اور پہلو ہے۔ اور وہ ایک اور پہلو تھا۔

نوابزادہ جہانگیر شاہ جوگیزئی: میں عرض کرتا ہوں کہ اس کی ایک جز دے، "عاملین" عاملین کی جو بات ہے وہ یہ ہے کہ اس کو وصول بھی کرتے ہیں اور تقسیم بھی کرتے ہیں۔ کیا یہ سرکاری مد کا حصہ بنتا ہے یا ایک autonomous body کی طرز پر ہے، یہ ایک چیز بھی پیدا ہوتی ہے۔ اگر یہ سرکاری مد میں آتی ہے تو اس پر ہماری طرف سے اور آپ کی طرف سے جو اعتراض تھا وہ تھا کہ اس طرح سے وہ زکوٰۃ کے پیسے کو اور مقصد کے لیے خرچ کر سکتے ہیں۔ ہم اس چیز کو بند کرنے کے لیے قانون سازی کا حق رکھتے ہیں۔ شکریہ!

جناب محمد علی خان: جناب والا! اس ضمن میں کافی بحث ہو چکی ہے۔ میری عرض یہ ہے کہ جس طرح سے آپ نے فرمایا ہے کہ وصولی کے طریقہ کار میں کوئی خاص ترمیم و تنسیخ نہیں ہوئی ہے۔ یہ بات جناب نہیں ہے۔ بات اصول کی ہے اور اصول یہ ہے اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ایک عبادت ہے، یہ ٹیکس نہیں ہے۔ جہاں تک وصولی کا تعلق ہے، یا اس کے انتظام و انصرام کا تعلق ہے، یا صوبائی محکومتوں سے یہ اختیارات لے کر وفاق کو دیئے گئے ہیں۔ اصل بات تو اس کی تقسیم کی ہے زکوٰۃ کی رقم ہر ایک مد میں خرچ نہیں ہو سکتی ہے۔ اس کے لیئے جناب ایسے لوگ ہونے چاہئیں جو اس کی وصولی کے مستحق ہوں۔ دوسری بات یہ ہے کہ وہ مستحقین اس کو قبضہ میں کرنے کی اہلیت رکھتے ہوں۔ جس طرح کہ ایک میت ہو گئی ہے اور اگر کوئی کہے کہ مردے کے کفن کے لیئے زکوٰۃ میں سے پیسے دے کر، اس کے کفن دفن کا انتظام کریں تو یہ نہیں ہو سکتا کیونکہ لینے والا جو ہے وہ مدہ ہے

اس میں اس کو قبضہ کرنے کی سکت باقی نہیں رہی ہے ۔ اسی طرح نابالغ بچے ہیں وہ بھی زکوٰۃ نہیں لے سکتے ۔ ایسی اور بہت ساری باتیں ہیں اگر ہم اس پر بحث کریں گے تو مستحقین کی بہت ساری اقسام بیان کی جاسکتی ہیں ۔ بات یہ ہے کہ جب انہوں نے اس کو منی بل میں تبدیل کر دیا اور زکوٰۃ اور عشر کی جو رقم تھی ، جو عبادت ہے اس کو منی بل میں ڈال دیا اور پھر اس کو ساری قوم پر خرچ کیا جاتا ہے خواہ وہ صاحب نصاب ہو یا مستحق ہو تو یہ ایک نئی چیز ہے ۔ یہاں علماء بیٹھے ہیں ، وہ میری اس معاملے میں تائید کریں گے کہ زکوٰۃ کی وصولی کرنے والے اور حضرات ہیں لیکن جن پر یہ تقسیم کی جائے گی وہ سپیشل لوگ ہیں ۔

جناب چیئرمین: نہیں ، وہ شاید صحیح نہیں ہے ، میرے خیال میں پروفیسر صاحب کو بہتر پتہ ہوگا ، اور سرتاج عزیز صاحب کو بھی کہ اس کے لیے علیحدہ ایک account maintain کیا جاتا ہے ۔ جہاں یہ رقم خرچ ہوتی ہے وہ متعین ہیں ۔ یہ حکومت کا جو عام فنڈ ہوتا ہے اس میں شامل نہیں ہوتی ہے

Prof. Sahib is that correct?

پروفیسر خورشید احمد : میں بتاتا ہوں جبکہ زکوٰۃ فنڈ ہوتا ہے اور یہی دراصل ثبوت ہے اس بات کا کہ بجٹ میں جسے منی بل قرار دیا جاتا ہے اس کی صرف دو کیٹگری ہوتی ہیں ایک consolidated fund ایک charged account اور زکوٰۃ ان دونوں میں سے کسی میں نہیں آتی ۔ زکوٰۃ بالکل ایک الگ فنڈ ہے ۔ حکومت کی حیثیت ان کے لگانے والے کی نہیں ہے ۔ بلکہ حکومت ایک جج اور وکیل اور امین کی حیثیت رکھتی ہے کہ زکوٰۃ دینے والا حکومت کو دیتا ہے تاکہ وہ مستحقین کو پہنچا دے ۔

جناب چیئرمین: جی ہاں جی محمد علی خاں صاحب ۔

جناب محمد علی خاں : جناب والا ! یہ رقم جب سابقہ حکومت کے پاس آئی

[Mr. Muhammad Ali Khan]

ی توان کی خواہش تھی کہ اس کو وہ نام نہاد پیپلز پروگرام کے ذریعے اپنے
کردل میں تقسیم کر دے ہم نے سنا ہے کہ اس رقم میں سے ہاؤس ٹریڈنگ
شعبہ یہاں قائم کیا گیا اور اس مقصد کے لیئے زر کثیر اس پر خرچ کیا گیا اور
ر روہ پیسہ اسی زکوٰۃ اور عشر فنڈ کا تھا۔ جناب والا! یہ سارے ہمارے
رشات ہیں۔ اور وزیر صاحب یہاں موجود ہیں اور اگر انہوں نے اس کا بغور
العہ نہیں کیا تو کر لیں ہم انہیں ٹائم دے دیں گے۔ اور پھر آپس میں بیٹھ کر
ث کر لیں گے۔

قاضی حسین احمد: جناب چیئرمین! حقیقت یہ ہے کہ زکوٰۃ بل کو منی بل قرار
ے کر سابق حکومت نے قومی اسمبلی میں اپنی اکثریت کے بل بوتے پر ایک
عاندلی کی تھی۔ اور سینٹ کو بھی اس پر غور کرنے سے محروم کیا تھا۔
وٰۃ کو اپنی مرضی سے استعمال کرنے کا دروازہ کھولا تھا۔ اس کو عبادت کی
ب کیٹیگری سے اٹھا کر جو ہمارے مذہبی فرائض میں شامل ہے بالکل ایک
سری کیٹیگری میں ڈال کر منی بل قرار دے دیا اگرچہ وہ اپنی مرضی کے مطابق اس
اگر استعمال نہیں بھی کر سکے تو مستقبل میں اس کے لیئے راستہ کھول دیا
ہے۔ اس وقت سینٹ نے اس کا بڑی سنجیدگی سے نوٹس لیا تھا۔
تحدہ حزب اختلاف کے اجلاس میں بھی اس کا نوٹس لیا گیا تھا۔ سرتاج
زیز صاحب نے خود اس کو عدالت میں چیلنج کیا تھا کیونکہ ہمارے پاس دوسرے
رائے اُس وقت کھلے نہیں تھے۔ اسی لیے ہم نے اس راستے کو استعمال
یا۔ اب جبکہ وہ حکومت نہیں رہی تو ہمارا فرض بنتا ہے کہ فوری طور پر
س کی غلطیوں کی اصلاح کریں اور اس کو میرے خیال میں اگلے پرائیویٹ
بزڈے تک مؤخر کرنا مناسب نہیں ہم جانتے ہیں کہ تاخیری ہتھکنڈے
ا ہوتے ہیں۔ اور کس طرح سے بعض چیزوں کو مؤخر کیا جاتا ہے پانچ چھ
سال ہم نے یہاں شریعت بل پر لے لیئے، ایک ہفتہ میں پرائیویٹ

ممبرز ڈے ایک آتا ہے اور سال بھر میں اجلاس کے دوران صرف سا
آٹھ پرائیویٹ ممبرز ڈے آتے ہیں اور اسی کے نتیجے میں ساری د
ہمیں مطعون کر رہی ہے کہ ہم شریعت بل کے ساتھ مذاق کر رہے ہیں اور
اب اس کے ساتھ بھی وہی رویہ اختیار کیا جا رہا ہے یہ اس ہاؤس کا حق ہے
کہ اس طرح کے بل پر بات کرے اور اسے منظور کرے یا نہ کرے۔ قانو
پیچیدگیوں اور موشگافیوں میں پڑنے کی بجائے آپ ایوان سے پوچھیں اگر
اراکین اس کو admit کرنا چاہتے ہیں تو ابھی admit کر لیں۔
دلائل پھر بھی یہی آنے ہیں اٹارنی جنرل نے کیا کوئی آسمانی صحیفہ لے کر تو نہیں
آنا ہے۔ یہی دلائل ہیں کہ منی بل ہے یا نہیں ہے اس کا فیصلہ کرنا ایوان کا کام ہے۔
ہمارے یہ صاحبان کرام اتنی جلدی بدل جاتے ہیں، جب یہ اپوزیشن میں
تھے تو خود ہائی کورٹ میں جا رہے تھے۔ اور آج جب حکومتی بینچوں پر آ
گئے ہیں تو انہوں نے آنکھیں پھیر لی ہیں۔ یہ تو درست رویہ نہیں ہے

جناب چیئرمین: لہٰذا اس پر فیصلہ یہی ہے کہ اگلے پرائیویٹ ممبرز ڈے
پر اس کو لے لیں۔

سید فصیح اقبال: نہیں نہیں ابھی آپ جناب چیئرمین صاحب ا
لے لیں

اس کو میں دیکھ کر پھر فیصلہ کروں گا کہ ایجنڈا صحیح آیا ہے یا غلط۔۔۔۔

سید فصیح اقبال: چیئرمین صاحب ایک بات عرض کر دوں کہ آپ قانونی
ماہر ہیں، اور آپ کا درجہ کوئی چیف جسٹس سے کم نہیں ہے۔ مجھے یہ بھ
پتہ ہے کہ آپ کی دو حیثیتیں ہیں چیئرمین سینٹ بھی ہیں اور ملک کے چند
ماہرین قانون میں سے ہیں تو آپ نے اسے پورے ایک سال دیکھا۔

Mr. Chairman: I will not put the nation today.

جناب چیئرمین: ایک سال کہاں دیکھا ہے۔

سید فصیح اقبال: یہ بل جب سے آیا پچھلی حکومت میں تو۔۔۔

جناب چیئرمین: آپ کا کیا خیال ہے جب یہ معاملہ سامنے نہیں ہوتا تو میں دیکھتا رہتا ہوں۔

سید فصیح اقبال: نہیں نہیں جب کمیٹی سے آیا تو دیکھ لیا ہے نا آپ نے اس کو، تمام اس کی باریکیاں دیکھی ہیں۔

جناب چیئرمین: اب کوئی فرق نہیں پڑتا یہ بات اچھی ہوتی ہے کہ ایک چیز جو اتنی اہم ہے ---

سید فصیح اقبال: بار بار کمیٹیوں میں جائے۔

جناب چیئرمین: کیا جی؟

سید فصیح اقبال: بار بار کمیٹیوں میں جائے بار بار ---

جناب چیئرمین: نہیں نہیں کمیٹی میں نہیں بھیج رہے اگلی دفعہ یہاں لاکر اٹارنی جنرل صاحب کو سن کر فیصلہ ہو جائے گا جی۔ جناب سرتاج عزیز صاحب۔

جناب سرتاج عزیز: میں ایک وضاحت ضرور کرنا چاہتا ہوں کہ قاضی حسین احمد صاحب نے یہ کہا کہ حزب اختلاف میں ہوتے ہوئے ہم نے اس کی مخالفت کی تھی کہ اس کو منی بل میں تبدیل کرنے کا فیصلہ غلط تھا لیکن حکومتی سطح پر آکر ہم نے کچھ نہیں کیا۔ میں نے ابھی وضاحت کی ہے کہ اس بل سے جتنی خرابیاں پیدا ہوئی تھیں ہم نے اس کی اصلاح کے لیے ترامیم پیش کیں اور میں نہایت مؤدبانہ گزارش کرتا ہوں یہ جو بل پیش ہوا ہے اس میں تمام وہ خرابیاں دور نہیں ہوئیں۔ ہم نے اس سے زیادہ وسیع تر لے کر اور آرڈیننس کا راستہ اس لیے اختیار کیا---

جناب چیئرمین: آرڈیننس جاری کر دیا ہے؟

جناب سرتاج عزیز: نہیں ابھی نہیں کیا۔ تیار ہے لیکن اس کے بعد اسمبلی کا اجلاس آگیا چونکہ اس مالی سال میں صوبوں کو پیسے ٹرانسفر کرنے ہیں، نیاز کوٹہ کا نظام لانا ہے اگر بل کی شکل میں یہاں اسمبلی میں

آیا تو چار مہینے لگ جائیں گے اور یہ مالی سال گذر جائیگا۔ ہم نے ان کے غلط عمل کو ختم کرنے کے لئے فوری اقدام کیا ہے اور اس سال اس پر عمل بھی شروع ہو جائے گا۔ اس کے بعد جو ان کی وضاحتیں ہیں وہ اپنے نقطۂ نظر سے ٹھیک ہیں اور ہم نے ایک point made کیا ہے کہ انہوں نے غلط کام کیا لیکن جو بل کا مقصد ہے کہ بڑی تیز رفتاری سے ان غلطیوں کو درست کیا جائے اور ہم اس سے زیادہ سپیڈ سے اسے پورا کر چکے ہیں۔ اس لیئے ہماری طرف سے کوئی کوتاہی نہیں ہوئی جب ان کے سامنے بل آئے گا تو وہ دیکھیں گے کہ بہت سے نکات جو اس ڈرافٹ میں نہیں ہیں وہ اس آرڈیننس میں موجود ہیں۔

جناب چیئرمین: شکریہ جناب۔ جی جناب قاضی لطیف صاحب۔

جناب قاضی عبداللطیف: جناب والا! ہمارے وزیر محترم نے بڑی اچھی وضاحت فرمائی ہے اگر واقعتاً یہ بات ہے کہ اس میں کوئی تاخیری حربے نہیں ہیں تو پھر بجائے اس کے کہ ہم دوسرے اتوار کا انتظار کریں تو کل یا پرسوں ہی اٹارنی جنرل کو بلالیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب یہ بل ایجنڈے پر آچکا ہے تو آپ اس قاعدہ کو دیکھیں کہ یہ بل محرک کی منظوری کے بغیر واپس بھی نہیں لیا جاسکتا۔ قاعدے کے لحاظ سے آپ اس کو واپس بھی نہیں لے سکتے۔ یا پھر ایوان سے پوچھیں گے یا خود واپس لے لیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

پروفیسر خورشید احمد: نہیں واپس تو کوئی بھی نہیں لے رہا ہے۔ ہم اس کو لینے کے لیئے تیار ہیں ایک بات عرض کردوں گا وہ یہ ہے کہ حکومت ہم سے تعاون کی توقع رکھے اور ہم بھی حکومت سے تعاون کی توقع رکھتے ہیں یہ بات ابھی نہیں ہے کہ ہم یہ سمجھ رہے ہیں کہ ایوان میں قانون سازی لازماً سالوں میں ہوگی اگر حکومت اس معاملے میں یکسو ہے تو میرا خیال ہے کہ ہم ایک دن میں اس پر بات کرنے کے لیئے تیار وہ تمام تجاویز یہاں لائی جائیں۔

[Prof. Khurshid Ahmed]

انہیں ہم منظور کریں گے اور مجھے توقع ہے کہ قومی اسمبلی بھی بہت جلد منظور کرے گی۔ آپ اسی اجلاس میں دونوں کو منظور کرا سکتے ہیں۔ اس کے لیے اجلاس کے بعد آرڈیننس لانے کا انتظار نہ کیجیے بلکہ اس سنہری موقع سے فائدہ اٹھائیں ایوان کے سامنے یہ موقع موجود ہے، اس بل کو لے لیں یا آپ اپنے بل کو لے لیں۔ ہمیں کوئی شوق نہیں ہے کہ ہمارے نام ہی کا بل آئے ہمارا مقصد یہ ہے کہ جو غلطی ہوئی ہے اس کی اصلاح ہو جائے اور اگر آپ اس میں کوئی امپرومنٹ کر سکتے ہیں تو ہم بڑے خوش ہوں گے اور آپ سے پورا پورا تعاون کریں گے اس لیے آئیے اسی سیشن میں اس کام کو انجام دیا جائے۔

جناب چیئرمین: اچھا آپ کا کیا موڈ ہے اجلاس کب تک چلانا ہے جناب حافظ صاحب

حافظ حسین احمد: جناب وزیر خزانہ صاحب، وزیر قانون اور آپ تینوں کے موقف میں فرق ہے اور انشاء اللہ اٹارنی جنرل صاحب جب آئیں گے تو ان کا موقف کچھ اور ہو گا۔

جناب چیئرمین: تو اس کے بعد ہم نچوڑ نکالیں گے۔ وہ میرا کام ہے جی اگلی ایٹم نمبر ۸۔

نوابزادہ جہانگیر شاہ جوگیزئی: جناب عالی! جب میں نے یہ بل پیش کیا تھا تو پیپلز پارٹی کی حکومت نے اعتراض کیا تھا اور میری تقریر جاری تھی کہ کسی نے کورم کا مسئلہ اٹھا دیا۔ تو دو دفعہ کورم پورا نہیں ہوا۔

جناب چیئرمین: اس کا کیا مقصد ہے آپ مزید صوبے بنانا چاہتے ہیں یہ وہ والا بل ہے؟

نوابزادہ جہانگیر شاہ جوگیزئی: نہیں اس میں یہ بھی ایک بات ہے لیکن میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ جب بھی کوئی رکن بل move کرنا چاہتا ہے تو ایوان

میں کسی کو پتہ نہیں ہوتا کہ بل کیا ہے، لیکن جب اس پر تقریر ہوتی ہے تو اس کی تعریف کرتے ہیں اس میں آرٹیکل ۵۸، ۱۱۲، ۶۱ وغیرہ وغیرہ ہیں۔ ابھی مجھے لیڈر آف دی ہاؤس نے کہا ہے کہ ہم اس پر بیٹھ کر غور کریں گے جناب وزیر انصاف نے بھی یہی فرمایا ہے تو میں کہتا ہوں کہ اس دفعہ اس کو ڈیفر کرتے ہیں اور پھر ہم باہم بیٹھ کر اس پر غور کریں۔ اور دیکھیں کہ اس بل میں کیا کچھ مزید اصلاح ہو سکتی ہے۔ یا اگر کوئی ایسی تجویز ہو۔ تو اس کو از سر نو لے آتے ہیں یا اگر یہ اسی طرح رہے تو پھر ہم اس کو پیش کر دیں گے اس دفعہ ہم اس کو ڈیفر کریں اور آپ مہربانی کر کے ایک کمیٹی بنا لیں تاکہ ہم اس پر غور کر سکیں۔

جناب چیئرمین: اس کو پھر ڈیفر کیا جاتا ہے اور آپ ان کے ساتھ بیٹھ کر اس کو ڈسکس کر لیں۔

جناب عالم علی لالیکا: جناب والا نہ تو میں قانون دان ہوں نہ ہی مجھے اسلامی فقہ کی الف، ب آتی ہے میں آپ سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ آئٹم ۶ پر یہ جو زکوٰۃ و عشر آرڈیننس کا معاملہ آیا تھا۔ اس پر یہ جو مصلحتاً خاموشی اختیار کی گئی ہے اس سے کیا مقصد نکالا جائے گا یہ issue dead ہو گیا ہے۔

جناب چیئرمین: یہ dead نہیں ہوا اگلے اتوار کو اس پر اٹارنی جنرل صاحب کی بحث سن کر فیصلہ ہو گا کہ یہ اس ایوان میں آسکتا ہے یا نہیں اور اس کے بعد اگر فیصلہ ہوا کہ آسکتا ہے تو فوری طور پر آجائے گا۔

Mr. Alam Ali Laleka: Then, the decision of the Chair is that it would be brought on the list.

جناب چیئرمین: جی بالکل یہ dead نہیں ہوا اور یہاں پر کوئی چیز نہیں ہوتی

قاضی عبداللطیف: جناب والا: اس کو سرکاری ایام میں بھی پیش کیا جائے

[Qazi Abdul Latif]

اور اس کے متعلق آپ ایوان سے پوچھ لیں۔

جناب چیئرمین آپ غلط روایت کیوں ڈال رہے ہیں

قاضی عبداللطیف: جس چیز کے اندر تبدیل کرنی ہوتی ہے تو ایسا کر لیا جاتا ہے۔

جناب چیئرمین: دیکھیں قاضی صاحب، یہاں پر حکومت خود کہہ رہی ہے کہ ہم اس کو غلط سمجھتے ہیں اور اس کو ٹھیک کرنا چاہتے ہیں اور وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ چونکہ بل لانے کی صورت میں مزید تاخیر ہو جائے گی اس لیئے آرڈیننس جاری کرنا چاہتے ہیں آپ سب چاہتے ہیں کہ اس کو پاس کیا جائے اس میں کون تاخیر کر رہا ہے کوئی بھی نہیں کر رہا ہے آپ چاہیں تو اس کو ہم آئندہ آئٹم نمبر ۹ پر رکھیں گے، سیکریٹری صاحب اس کو آئٹم نمبر ۹ پر رکھیں اور ہاں چونکہ آئٹم نمبر ۹ پر پہلے ہی Child Labour Bill ہو گا اس لیئے اس کو آئٹم نمبر ۲ پر رکھ لیتے ہیں۔

جناب عالم علی لالیکا: جناب چیئرمین صاحب اگر آپ مناسب سمجھیں تو وزیر خزانہ صاحب کو ہدایت فرمائیں کہ آئندہ پرائیویٹ ممبرز ڈے پر آرڈیننس کا مسودہ تو انہوں نے تیار کیا ہے اور جس کے متعلق انہوں نے فرمایا ہے کہ وہ اس سے بہتر صورت میں اس کو لانا چاہتے ہیں اسے بھی ساتھ لیتے آئیں تاکہ اس پر بھی غور ہو سکے۔

جناب سرتاج عزیز: جناب ڈرافٹ کی شکل میں غیر رسمی طور پر دکھایا جا سکتا ہے رسمی طور پر نہیں۔

جناب چیئرمین: رسمی طور پر نہیں دکھایا جا سکتا غیر رسمی طور پر دکھا دیں، اگلی آئٹم نمبر ۱۰ عالم علی لالیکا صاحب۔

Qazi Hussain Ahmad: Sir, there is item No. 8 in the name of Nawabzada Jehangir Shah Jogezai.

Mr. Chairman: That has been deferred.

THE CUTTING OF TREES (PROHIBITION), AMENDMENT) BILL, 1989

Mr. Alam Ali Laleka: Sir, I beg to move for leave to introduce The Cutting of Trees (Prohibition) (Amendment) Bill, 1989.

جناب چیئرمین: اس کا مقصد بھی بیان کریں کہ یہ کیا چیز ہے۔

جناب عالم علی لالیکا: جناب والا! ۹ دسمبر ۱۹۷۵ء کو ایک قانون پاس کیا گیا تھا کہ پاکستان اور ہندوستان کی سرحد کی جو no man land ہے اس سے پانچ میل پاکستان کی جانب جو علاقہ ہے اس کو بارڈر بیلٹ قرار دیا گیا تھا۔ اور اس پر فوجی حکام کو مکمل بالادستی دے دی گئی تھی کہ اس پر فوجی قانون رائج ہوگا۔ جناب والا! اس میں دیگر قباحتوں کے علاوہ جو قباحت بارڈر بیلٹ میں بڑی شدت سے محسوس کی جارہی ہے وہ درختوں کے کاٹنے کے سلسلے میں ہے۔ آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ زراعت پیشہ لوگوں کا انحصار لکڑی پر بہت ہے لکڑی ان کے جلانے کے بھی کام آتی ہے لکڑی ان کے سر چھپانے کے بھی کام آتی ہے اور لکڑی ان کے آلات کشاورزی میں بھی کام آتی ہے اب اس پانچ میل کے علاقے میں اپنی لکڑی کی ضروریات کے لیئے وہ فوج کی اجازت کے محتاج ہو جائیں گے جیسے کہ وہ ہیں اور پھر اس قانون کا غلط استعمال بھی ہوتا ہے اس لیئے وہاں ایک بڑی گھٹن سی پائی جاتی ہے، میں بہاولنگر ضلع سے آیا ہوں اور پنجاب میں جو بارڈر بیلٹ کے اضلاع ہیں وہاں سب اضلاع میں یہ قانون رائج ہے اور تمام بارڈر بیلٹ میں رہنے والے لوگ اس کو محسوس کرتے ہیں یہ ایک ایسا قانون ہے جس میں فوج والوں نے اپنی بارڈر فورس کے ذریعے بارڈر بیلٹ میں رہنے والوں لوگوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا ہے یہاں تک کہ لوگ اپنی بنیادی ضروریات پوری

[Mr. Alam Ali Laleka]

کرنے کے لیئے بھی پریشان ہیں ۔ جناب والا! قانون میں provision یہ ہے کہ جو آدمی ایک درخت کاٹنا چاہے وہ فارمیشن کمانڈر کو درخواست دے فارمیشن کمانڈر لوکل کمانڈر سے رپورٹ مانگے گا لوکل کمانڈر واپس رپورٹ بھجوائے گا اور یہ تا تر باق از عراق آورد وہ شود مار گزیدہ مردہ شود والی بات ہو جاتی ہے اور پھر بلاشبہ آپ سمجھتے ہیں کہ کسی بھی قانون کا غلط استعمال معاشرے پر اتنے مہلک اثرات چھوڑتا ہے کہ جس کی کوئی مثال نہیں ملتی جناب والا! میں نے اس قانون میں صرف اتنا کرنا چاہا ہے ۔

Notwithstanding contained any thing in any other law for the time being enforced, no person shall without the prior written approval of the local Formation Commander or an officer authorized by him in this behalf cut, sell or damage or cause to be cut, sell or damage any tree growing within the five miles belt alongwith the external territory of Pakistan.

اس قانون کا اصل متن یہ ہے جناب والا! میں نے اس میں صرف یہ ترمیم کی ہے any tree کی بجائے میں نے کہا ہے کہ specified trees کہ فوج والوں کو بارڈر بیلٹ میں فوج کی نقل و حمل کے لیئے جن اشجار کی ضرورت ہے ان کو نشان لگا دیا جائے ان کو specify کر دیا جائے اور اس کے علاوہ کسی درخت کے کاٹنے پر پابندی نہیں ہونی چاہیے اور پھر جناب والا! اگر اس میں ان اشجار کو natural damage ہو جائے قدرتی طور پر وہ سوکھ جائیں تو اس کے لیے بھی ایک کمیٹی مقرر کی جا سکتی ہے اس میں ڈیفنس کے لوگ منتخب نمائندے اور اس گاؤں کے رہنے والے شامل ہوں جو یہ قرار دے سکتے ہیں کہ کوئی درخت اگر natural calamity کی وجہ سے ضائع ہو جاتا ہے تو اسے کاٹا جا سکتا ہے کیوں کہ ملکی سالمیت کے تحفظ کے لیئے ملک کے دفاع کے لیئے فوج اگر چند اشجار کو demarcate کرتی ہے ۔ اور کوئی آدمی ان کو کاٹتا ہے تو میں اس کو غداری پر محمول کرتا ہوں ۔ میں اس کو

ملک سے غداری سمجھتا ہوں اور چونکہ میں نے اس کے لئے سزا عمر قید تجویز کی ہے گو اس میں کمی بیشی ہو سکتی ہے لیکن میں اسی پر قائم رہوں گا کہ ایک ایسی چیز جو دفاعی نقطۂ نظر سے نشان زدہ کر دی جاتی ہے اور جو آدمی اس کے اتلاف کا باعث بنتا ہے وہ ملک کا غدار ہے اس کو روکنے کے لیے جناب والا! میں نے شق ۲ میں provision رکھی ہے۔

Provided that in case of natural damage to such specified and marked trees and shelters, notice shall be taken by the government agency appointed in this regard by the Defence and the elected representatives of the area.

جب کوئی ایسا نشان زدہ درخت جس کو کہ فوجی نقطہ نظر سے بڑا crucial اور critical سمجھا جائے گا جب وہ کسی natural calamity سے ضائع ہو جائے تو فوج کے نمائندگان اور منتخب نمائندگان، اس گاؤں کے لوگ یہ تعین کریں گے کہ آیا اس کو کسی آدمی نے تخریب کاری سے نقصان پہنچایا ہے یا وہ قدرتی طور پر ضائع ہو گیا تھا یہی جناب والا! میری منشا اور مطلب ہے جب جناب جنرل ضیاء الحق نے بارڈر بیلٹ کا دورہ کیا تھا تو بڑی شدت سے ان کے سامنے یہ بات لائی گئی تھی اور انہوں نے ازراہ کرم اس چیز کو محسوس کرتے ہوئے احکامات بھی جاری کر دیئے تھے کہ جب اس قانون کے ذریعے لوگوں میں اتنی کشیدگی پائی جاتی ہے تو اس پابندی کی کیا ضرورت ہے۔ جناب والا! ہم نے پانچ میل کے علاقے میں (بارڈر بیلٹ میں) ان لوگوں کو sense of participation دینی ہے وہ لوگ ہمارے دشمن نہیں ہیں ہمارے بارڈر کا تحفظ کرنے والے لوگ ہیں ہمیں انہیں دوست سمجھنا چاہیئے انہیں ملک کے دفاع میں شمولیت کا احساس دینا چاہیئے چہ جائیکہ ہم ان کے لئے عرصہ حیات تنگ کر دیں ان کی ضروریات زندگی کو محدود کر دیں یہ ایک ظلم عظیم ہوگا جناب والا! یہ اس کا منشا اور مدعا ہے کہ کسی

[Mr. Alam Ali Laleka]

بھی طریقے سے فوج والے درختوں کو نشان لگا دیں اور ان کا تحفظ لازمی قرار دے دیا جائے تو اس کے علاوہ کسی دوسرے درخت کے کاٹنے پر یا اٹھانے پر کوئی پابندی نہیں ہونی چاہیئے

Mr. Chairman: Yes, Minister for Defence.

Sahabzada Yaqoob Khan: Sir, my request is that this should be deferred. The reason being that I can provide on behalf of the Ministry of Defence, cogent reasons which referred to operational requirements for opposing the Bill but I am informed by my colleague who has been Minister for Agriculture and is now Minister Finance that the Agricultural Ministry should also be consulted which I regret to say we have not been able to do and, therefore, before this Bill can receive the full consideration and that all the facts can be marshalled in a manner that will admit of a decision that is judicious, this could be deferred and the Ministry of Agriculture who has equal strong views on this could be consulted and then the Government would be able to compare their views and to reach a decision whether to oppose it or otherwise. I have material for opposing it on operational ground from Ministry of Defence which feels strongly on the subject but as I said that Ministry of Agriculture also has strong views on the subject and they have not been consulted.

Mr. Chairman: Yes, please Laleka Sahib.

جناب عالم علی لالیکا : جناب والا! میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ اس بل کو introduce کرنے میں دفاع کیسے حائل ہے یا وزارت پر کیسے یہ مؤثر ہوتا ہے کوئی بھی قانون سینٹ میں اس لئے انٹروڈیوس کیا جاتا ہے۔ کہ اس پر غور و خوض کیا جائے میں نے کبھی یہ کہیں استدعا نہیں کی کہ اس بل کو ڈیفنس والوں سے پوچھے بغیر ابھی پاس کر دیا جائے میں نے کہیں بھی یہ استدعا نہیں کی ہے کہ زراعت والوں سے نہ پوچھا جائے جناب والا! میں نے تو اس

کو introduce کرنے کی استدعا کی ہے۔ کیونکہ میں اس علاقے کا نمائندہ ہوں۔ پنجاب سے میرا تعلق ہے اور پنجاب تقریباً سارے کا سارا بارڈر بیلٹ ہے اور اس علاقے میں یہ تکلیف بڑی شدت سے محسوس کی جاتی ہے اور اس پر بہت غور و خوض ہو گا فوج والے بھی سوچیں گے زراعت والے بھی سوچیں گے کچھ اور لوگ بھی سوچیں گے تمام آراء اس پر آئینگی لیکن اس کو ایوان میں پیش کرنے پر میں نہیں سمجھتا کہ دفاع پر کیا اثر پڑ جائے گا اور زراعت کو کیا نقصان پہنچ جائیگا بڑی دیر سے یہ بل معلق چلا آرہا ہے اور اس کی بڑی شدت سے ضرورت محسوس کی جارہی ہے

جناب چیئرمین: بات یہ ہے کہ جس مرحلہ پر آپ پرائیوٹ بل کی اجازت مانگ رہے ہیں اس مرحلہ پر وزیر کو حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ اپنا نقطہ نظر بیان کرے اور کہے کہ میں اس کے حق میں ہوں یا اس کی مخالفت کرتا ہوں۔ لازمی بات ہے کہ اگر وزیر صاحب کہیں گے کہ مخالفت کرتا ہوں تو اس کا کوئی جواز پیش کریں گے پھر فیصلہ کرنا ایوان کا حق ہوتا ہے کہ آپ کو اجازت دیں یا نہ دیں وہ کہتے ہیں کہ قبل اس کے کہ میں یہ جواز پیش کروں جو ان کو وزارت دفاع کی طرف سے پیش کیا ہے۔ لازمی طور پر یہ کہا ہو گا کہ دفاعی ضروریات کے تحت بھگلات بارڈر بیلٹ پر ضروری ہیں اور ہم نہیں چاہتے کہ کوئی ان کو کاٹے یہ ان کا نقطہ نظر ہو گا اب اس میں ان کا یہ کہنا ہے کہ وزارت زراعت والے شاید کچھ مختلف نقطہ نظر رکھتے ہوں چنانچہ انہوں نے جو بات کی وہ اس لیئے بھی اہم ہے مجھے بھی یاد ہے کہ دو تین سال پہلے کابینہ میں یہ مسئلہ اٹھایا گیا تھا اور جہاں تک مجھے یاد ہے وہاں سے بھی کچھ فارمولا بنا تھا کہ لوگوں کو جو تکالیف درپیش ہیں جن کا آپ نے ذکر کیا ہے اس کا کیا حل نکالا جائے تاکہ دفاعی ضروریات بھی متاثر نہ ہوں اور لوگوں کی تکالیف کا بھی ازالہ کیا جا سکے اگر آپ ان کی بات منظور کریں تو پھر یہی ہو گا کہ یہ بھی دیکھ لیں اور ہو سکتا ہے کہ وہ فارمولا ہی سامنے آجائے جو آسانی پیدا کر دے۔

قاضی عبداللطیف : پوائنٹ آف آرڈر ، جناب چیئرمین گزارش یہ ہے کہ قاعدے کے لحاظ سے جب کوئی بل پیش ہو جائے تو متعلقہ وزیر پہلی ہی فرصت میں اس کی مخالفت یا موافقت میں ہاں یا ہاں کہے گا جب وزیر صاحب نے یہ کہہ دیا ہے کہ ہم سوچ رہے ہیں کہ ہم اس کی مخالفت کریں یا نہ کریں ۔

جناب چیئرمین: انہوں نے یہ نہیں کہا انہوں نے فرمایا ہے کہ ان کے پاس دفاع کی جانب سے جو کاغذات دیئے گئے ہیں اس میں کہا گیا ہے اسے ملتوی کر دو۔

قاضی عبداللطیف : جناب والا بات تو آ گئی ہے ، خود وزیر صاحب بیٹھے ہیں انہوں نے الفاظ ہی یہ فرمائے ۔ دوبارہ سوچ رہے ہیں ۔ لہٰذا بل منظور ہو چکا ہے ۔

جناب عالم علی لالیکا: جناب والا! دفاع کی ضرورت ۔۔۔۔

جناب چیئرمین: بہرحال آپ ان کی یہ رائے منظور نہیں کرتے ۔

جناب عالم علی لالیکا: جناب میں اس سے شدید اختلاف کرتا ہوں ۔ دفاع کی ضرورت جتنی بارڈر بیلٹ میں ۔۔۔

جناب چیئرمین: بہرحال صاحبزادہ صاحب بتائیں آپ اس کی کیوں مخالفت کر رہے ہیں ۔

Give us your reasons so that the House can decide.

Sahabzada Yaqoob Khan: Sir, the Act was originally passed in 1975.

Mr. Hasan A. Shaikh: Sir, it is not covered by the Provincial Legislative List or the Federal Legislative List.

(interruption)

Mr. Hasan A. Shaikh: It cannot be a defence law. What is the original Act?

جناب چیئرمین : یہ دیکھ لینا ۔

Mr. Hasan A. Shaikh: Sir, I have not got the original Act.

Mr. Chairman: Please see the original Act. This is an old law. This is Cutting of Trees Act, 1975.

جناب چیئرمین: جی جناب شاد محمد خان صاحب۔

جناب شاد محمد خان: ممکن ہے کہ میں وضاحت کر دوں تو یہ مسئلہ حل ہو جائے۔ حضور والا! بارڈر بیلٹ سے متعلق ۱۹۳۶ء کا قانون جو پنجاب میں لاگو ہے اس کی restrictions ضرور ہوں گی کہ یہ کھیت گنے کی طرح روئی کی طرح یا یا کسی اور طرح کا کھیت تصور کر کے ملکیت کا تصور نہیں ہوتا وہاں کچھ ریگولیشن یا کنٹرول ضروری ہے جس طرح وزیر دفاع نے کہا ہے کہ وزارت دفاع سے پوچھنا ضروری ہے کیونکہ ان کے دائرہ کار میں جنگلات آتے ہیں اگر پھر بھی یہ کہتے ہیں کہ specified trees کا قصہ ہے اور دفاع والے specified tree مارک کریں یا نہ کریں تو نجی ملکیت ہوتے ہوئے جنگلات کے ایکٹ کے تحت اس پر کنٹرول لازمی ہوتا ہے حضور والا! ہمارے علاقے میں بھی under strict central درخت کاٹنے کی کھلی اجازت نہیں ہے ہمیں بھی regulation درخت کاٹنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ جس طرح یہ اجازت چاہتے ہیں۔ ایسی صورت میں بارڈر بیلٹ پر جنگلات کا نام و نشان ہی نہیں رہے گا لہٰذا ان کا نقطہ نظر سننا بہت ضروری ہے تاکہ کوئی اچھا فیصلہ ہو سکے۔

جناب چیئرمین: شکریہ جی صاحب زادہ صاحب۔

Sahabzada Yaqoob Khan: Sir, let us examine what was the object originally when this Act was passed. What was the underlined concept? What was the basic idea which

[Sahabzada Yaqoob Khan]

prompted the defence authorities to suggest that in a belt which is five miles deep along the borders of Pakistan should not be denuded of trees? Now, the tactical deployment of troops in the border areas demands that the Formation Commander who is responsible for the defence of that sector in that area has to decide and to see as to what cover is required for the deployment of troops, what cover is required for field of fire and what cover is not required for fields or fire cannonists and what cover is needed for movement, lateral movement or reinforcement and so on Now, once an area is denuded it becomes vulnerable to the cannonists It can be reconnoitered by ground forces, air photographs can reveal the state of the defence of that area it has denuded. No camouflage can be secure against air photography which can be done by oblique air photographs, and both by aerial observation and by ground observation; the deployment of forces in the manner in which they take their position is revealed to the enemy and his task is made easier. Now, the argument is, I do not think that this fact is disputed because if this fact is disputed we are disputing a fundamental principle of tactics namely, do you want your defences to be exposed or do you want to make it more difficult for the enemy to discover where you are, where camouflage is facilitated and, therefore, observation is made more difficult. The argument is that please select those trees which are valuable or which would contribute to defensive purposes that you have in mind and as regards the other trees mark them and allow those trees to be cut and also certain structures that are put there for defensive purposes artificially created structures to be removed. Now Sir, to undertake for a Formation Commander having been one myself, this task of marking along a five miles belt all along the frontier each Formation Commander tries to determine whether a tree is going to serve an operational tactical purpose of denying observation to the enemy or not, It is an extremelyvery difficult task, that is the first point.

In other words who is going to mark and how is this,

to be done in practice? Who marks these trees all along the border? What is the criterion to be used if not the formation commander and some other officer that does so, who decides which structures that are built in that area, are to be removed or not removed and what would be the impact of that on the operational effectiveness of the unit or formation concerned.

Further more this is a point, I think, more in your province as a jurist that it seems to me that the punishment should fit the crime. If this Bill is passed and life imprisonment is given for the wrong cutting of a tree it seems to me to be a law that is out of all proportions and would become laughing stock of your community Sir. Mr. Chairman, here is a case where cutting of trees is punished by death and if this is the importance which rightly and patriotically the honourable Senator gives to defence matters I think the same sensitivity towards what the operational commanders responsible for the defence of the country in that area should be given weightage in the consideration. It was for this reason Sir, that I felt it important that if there is another point of view, if there is a contrary point of view and it appears that there is and you are right Sir, that this subject is also being dis ed in the Cabinet then what is the harm by deferment. fact it would go in favour of the proposal of this motion. Because as I said the opposite view would be taken into consideration and as far as we inform the Ex-Minister of Agriculture, the opposite view is in favour of the Senator who is denying himself the advantage that he would gain and denying the House the ability to weigh all the factors, to hear all the arguments and reasoning that can be put for or against and it gives us further a chance within the Defence Ministry to examine the contrary view and I think you will have a thesis and the anti-thesis and let the synthesis emerge. Thank you, Mr. Chairman.

میاں عالم علی لالیکا: جناب والا میں بھی اس پر کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین: اس پر بحث کی اجازت نہیں ہوتی ہے۔ قاضی حسین احمد صاحب،

قاضی حسین احمد: میں وزیر خارجہ صاحب کی خدمت میں اس سے متعلق چند چیزیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ جب وہ اس کو زیر غور لائیں تو ان کو بھی مد نظر رکھیں۔ جناب والا! اس طرح کے قوانین کے بارے میں جتنی بھی شکایات پیدا ہوتی ہیں، اس کی بنیادی وجہ ان کا غلط استعمال ہے وہاں بارڈر پولیس والے یا دیگر محکمے ہوتے ہیں وہ اس کا غلط استعمال کرتے ہیں۔ وہ مقامی لوگوں کو تنگ کرتے ہیں اور مقامی آبادی کو تنگ کرتے ہیں اس وجہ سے ان کے خلاف ایک resentment پیدا ہوتی ہے اب اگر کسی پانچ میل کی بارڈر کی پٹی پر درخت اپنے لوگوں کی جانوں کو تحفظ دینے کے لیے عزیز ہیں، تو اس کے مقابلے میں ہمیں وہاں کے لوگ زیادہ عزیز ہیں۔ کیونکہ وہاں بارڈر پر رہنے والے جو باشندے ہیں وہ اصل میں دفاع کرنے والے باشندے ہیں۔ ان کی حب الوطنی اگر مجروح ہوتی ہے اور اگر ان کو کوئی نقصان پہنچتا ہے اور وہاں تعینات افواج کے بارے میں غلط رائے رکھنے پر مجبور ہوتے ہیں، تو یہ درختوں کے مقابلے میں زیادہ بڑا نقصان ہے۔ اس لیے اس مسئلہ میں اس بات کو پیش نظر رکھیں کہ بارڈر پر جتنے لوگ رہتے ہیں وہ یہ شکایت کرتے ہیں اور میں نے خود بارڈر ایریاز کا دورہ کیا ہے اس سلسلے میں لوگوں نے جگہ جگہ پر یہ اس طرح کی شکایات کی ہیں۔ میں نے اس پورے علاقے کا دورہ کیا ہے وہاں پر ہماری جو defence forces ہیں ان کے لیے بھی یہ بڑے غور کا مقام ہے کہ ان کی جو اصل پشت ہیں جو ان کے اصل معاون ہیں ان کے درمیان اگر کوئی غلط فہمی پیدا ہوتی ہے تو یہ قوم کے لیے زیادہ نقصان دہ ہے

دوسری بات جو ان کے پیش نظر رہنی چاہیئے وہ یہ ہے کہ امن کی حالت میں ان درختوں کی وجہ سے بگلر فائدہ اٹھاتے ہیں وہاں افواج کو cover دینے کے لیے جتنے بھی درخت ہوتے ہیں، جھاڑیاں وغیرہ

ہوتی ہیں، اس کی وجہ سے سمگلر فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ہمارے ملک کا سارا گھی انڈیا سمگل ہوتا ہے۔ ہمارا بناسپتی گھی جو بارڈر ایریا پر تیار ہوتا ہے وہ انڈیا میں سمگل ہوتا ہے کیونکہ وہاں اس کی ڈبل قیمت ہے ہمارا جو قیمتی زرمبادلہ پام آئل اور سویابین کی امپورٹ پر صرف ہوتا ہے اور اس سے جو گھی تیار ہوتا ہے وہ سمگل ہوتا ہے اور اس کے بدلے میں وہاں سے شراب آتی ہے اس مسئلہ کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ ان درختوں سے کون فائدہ اٹھاتا ہے۔

اس کے ساتھ میں اس بات سے اتفاق کرتا ہوں کہ جیسے وزیر خارجہ نے کہا ہے کہ patriotism ہونا چاہیئے وہ اس بل کا اصل مقصد نہیں ہے، انہوں نے خوش کرنے کے لیئے اور اپنی patriotism دکھانے کے لیئے ساتھ یہ لگا دیا کہ ہم تو بہت زیادہ patriots تھے، ڈیفنس کے لیئے جس درخت کی ضرورت ہے اس کے لیئے life imprisonment رکھیں لیکن اس سے مقصد پورا نہیں ہوتا۔ اصل مقصد یہی ہے جو درخت ضروری ہیں وہ ان کو نشان لگا دیں اگر کوئی جھاڑی بھی ضروری ہے، یا کسی جگہ کی گھاس ضروری ہے، جسے صاف کرنا دفاعی نقطہ نظر سے ٹھیک نہیں تو اس کے لیے آپ کوئی اور راستہ نکالیں لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ لوگوں کو مطمئن کرنے کی کوشش کریں اور اسے ان کو پریشان کرنے کا ذریعہ نہ بنایا جائے کیونکہ وہ لوگ اور عوام ان درختوں سے زیادہ قیمتی ہیں۔

جناب عالم علی لاہلکا: جناب چیئرمین، اس بل کو admit کرنے کی آپ اجازت دیں یا نہ دیں، اس پر ووٹنگ کی اجازت دیں یا نہ دیں، میں اس پر کچھ کہنا ضروری سمجھوں گا جناب والا، وزیر خارجہ نے فرمایا کہ دفاع کی ضروریات کے لیئے ہم ان درختوں کو بارڈر پر رکھتے ہیں۔ قبل اس کے کہ یہ کہیں کہ میں نے جو تجویزیں دیں ہیں یہ غلط ہیں، اور جو باتیں انہوں نے فرمائی ہیں وہ صحیح ہیں، انہیں یہ گوارا نہ ہوگا کہ بارڈر بیلٹ کے پانچ میل کے علاقے میں جو لوگ رہتے ہیں، کیا ان کی حب الوطنی پر ان لوگوں کو شبہ ہے کیا وہ لوگ اس ملک کے پائیدار فرزند نہیں

ہیں ۔ جناب والا! جہاں دفاعی ضروریات کے پیش نظر جنرل ہیڈکوارٹرز کے لیے یہ بہت مقدم اور مقدس ہیں وہاں بارڈر ایریاز میں رہنے والے ہم لوگ اپنے آپ کو کیسے غیر محفوظ بنا سکتے ہیں، جس کسی نے بھی advance کرنا ہے، جس کسی نے بھی خدانہ کرے آگے آنا ہے اسے ہماری لاشوں پر سے گذر کر ہی آنا ہوگا، اسے ہمارے اوپر سے گذر کر ہی آنا ہوگا ۔ راولپنڈی تک تو وہ شاید پہنچ سکیں یا نہ پہنچ سکیں یا لاہور تک ان کی رسائی ہو سکے یا نہ ہو سکے لیکن جو لوگ پانچ میل کے ایریا میں رہتے ہیں وہ فوج کی ذرا سی دھکم پیل کی زد میں آ سکتے ہیں ۔ جناب والا، ہم لوگ ملک دشمن نہیں ہیں کہ جو چیز ملکی مفاد میں ہو، اس کی مخالفت کریں اور جو چیز ملکی مفاد میں نہ ہو اسکی حمایت و تائید کریں۔

جناب والا! یہ کہنا کہ بارڈر ایریاز عریاں ہو جائے گی ۔ ہمارا اصل مدعا یہ نہیں ہے ۔ ہم غدار وطن نہیں ہیں ۔ ہم مخالف وطن نہیں ہیں، ہمیں اس ملک کا دفاع بہت عزیز ہے ۔ ہم ان کو کیوں عریاں کریں گے، ہمیں اس ملک سے کیا مخاصمت ہے ۔ کیا انہیں ہماری حب الوطنی پر شبہ ہے

جناب والا! ابھی وزیر خارجہ صاحب نے بات air photography کی کی ہے ۔ کیا وہاں (واکس) (Awacs) کیمرے سے فوٹو گرافی ہوتی ہے جناب والا! اب تو سیٹلائٹ کا زمانہ ہے، چاند پر بیٹھ کر لوگ امریکہ میں چلتی ہوئی کاروں کے نمبر دیکھ سکتے ہیں تو درختوں میں وہ کون سی چیز حائل ہوگی کہ ان کو فوٹو گرافی کے لیے کوئی مشکل پیش آئے ۔ سیٹلائٹ کے زمانے میں فوٹو لینے میں کیا چیز حائل ہو جائے گی ۔ جناب والا! اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان درختوں کو کون مارک کرے گا ۔ میں کبھی یہ توقع نہیں کرتا کہ کور کمانڈر صاحب یا جی او سی صاحب وہاں جا کر مارکنگ شروع کر دیں گے ۔ فوج میں تو ایک بڑا زبردست نظم و ضبط ہوتا ہے ۔ یہ کوئی ایسی مشکل بات نہیں ہے کہ وہاں کسی جنرل کو یا کسی کور کمانڈر کو جانا پڑے گا وہاں پر تو ہر لیول پر ان کی نمائندگی موجود ہے ۔ وہاں پر تو سپاہی سے لے کر جی او سی تک لوگ موجود ہیں کوئی بھی طریقہ کار ان کی نشاندہی کے لیے وضع کیا جا سکتا ہے بات صرف اتنی ہے کہ جو درخت ضروری ہوں ان پر نشانات لگا دیئے جائیں اور ہمیں بھی یا جن لوگوں کو بھی یہ مناسب سمجھیں اعتماد میں لے لیا جائے ۔ اب جہاں تک سزا میں تضاد کا سوال ہے، یا اس کے تناسب کا تعلق ہے جہاں ہم درختوں

کی بات کرتے ہیں وہاں تو ہم کہتے ہیں کہ "درخت"، "ملک کا دماغ" "ملک کی سالمیت"، "ملک کا فلاں اور ملک کا فلاں" ہیں لیکن جب میں اس کے لیے سزا تجویز کرتا ہوں تو وہاں کہتے ہیں کہ یہ سزا متناسب نہیں ہے۔ ایک درخت کے کاٹنے پر موت کی سزا، کاٹا تو اس نے ایک درخت ہی ہے اور بس اس کو سزائے موت۔ یہ عجیب بات ہے کہ ایک طرف تو اس درخت کی اہمیت کو یوں اجاگر کرتے ہیں، جیسے یہ سمجھتے ہیں کہ اس کو کاٹنے سے سارا ملک ہی ختم ہو جائے گا اور جب میں اس کی سزا تجویز کرتا ہوں "سزائے موت" تو کہتے ہیں کہ دیکھئے جی ایک درخت کو کاٹنے پر سزائے موت تجویز کی جا رہی ہے یہ کتنا ظلم ہو رہا ہے۔ جناب والا! میں اب بھی اس بات پر قائم ہوں کہ اگر کسی سٹیج پر یہ بل پاس ہو جائے اور آرمی والے کچھ اشجار کو قومی دفاع کے لیے ضروری قرار دے دیں۔ تو اس پر جناب والا، اس درخت کو کوئی آدمی چھیڑ چھاڑ کرتا ہوا پکڑا جائے، تو اس کے لیے میں اب بھی یہی تجویز کروں گا کہ اس شخص کے لیے سزائے موت ہی ہونی چاہیئے۔

Mr. Chairman: So, Mr. Alam Ali Laleka has requested for leave to introduce the Cutting of Trees (Prohibition) (Amendment) Bill, 1989.

(*The motion was adopted*)

Mr. Chairman: So, the leave is granted. I think on the leave being granted it goes to the Standing Committee.

وہاں پہ جو مزید آپ کہنا چاہتے ہیں discuss کر لیں۔ اب اس کو باقاعدہ طور پہ introduce کریں جناب۔

Mr. Alam Ali Laleka: Mr. Chairman, I beg to introduce the Cutting of Trees (Prohibition) (Amendment) Bill, 1989.

Mr. Chairman: It stands introduced and will go to the Standing Committee concerned.

جی پروفیسر خورشید احمد صاحب اگلی آئیٹم جاوید جبار صاحب تو آج چھٹی پر ہیں اگر کوئی ممبر چھٹی پر ہو تو اس کے بل کا کیا ہوتا ہے۔

پروفیسر خورشید احمد: اگر انہوں نے یہ لکھا ہے کہ اس کو آپ ڈیفر کر دیں تو پھر ڈیفر کر دیں۔ اگر نہیں لکھا تو ڈیفر ہو گا۔۔۔۔

جناب چیئرمین: کہاں ہے رولز میں لکھنا ضروری ہے یا وہ کہیں تو میں ڈیفر کر دوں۔

پروفیسر خورشید احمد: روایت یہی ہے جناب چیئرمین! ممبر باقاعدہ اجازت لیتا ہے اور درخواست کرتا ہے کہ میری موشن جو ہے ڈیفر کر دی جائے۔ تو وہ ڈیفر کر دی جاتی ہے۔

جناب چیئرمین: یہ آپ نے اپنے دوروں کو پیش نظر رکھ کر وضاحت کی ہے۔

جناب چیئرمین: مطلب یہ ہے کہ آپ سے نہیں پوچھنا چاہیئے۔ بہر حال ڈیفر کر دیتے ہیں۔ جی جناب نمبر ۱۴ پروفیسر خورشید صاحب۔

پروفیسر خورشید احمد: جناب میں اجازت چاہتا ہوں کہ فریڈم آف انفارمیشن بل اس معزز ایوان میں متعارف کراؤں۔ مجھ سے دراصل ابھی وزیر قانون نے آکر کے مشورہ کیا تھا۔ اور انہوں نے یہ درخواست کی ہے کہ انہیں لاہور جانا ہے اور نو بجے کی فلائیٹ پکڑنی ہے اور ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ وہ خود اسے properly ابھی پڑھ نہیں سکے۔ لہٰذا کچھ مطالعہ کے لیے مہلت درکار ہے۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے سٹڈی کر لیں۔ اگلے ہفتے لیں گے۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے جناب پھر اگلے ہفتے Take up کر لیں گے۔

جناب سرتاج عزیز: ایک نکتہ میں وضاحت کے لیئے پیش کرنا چاہتا ہوں 1985 میں ایک identical Bill پیش ہوا تھا اور سٹینڈنگ کمیٹی کے ذریعے واپس آکر ایوان میں 1988 میں مسترد ہوا تھا یہ چیئرمین کی صوابدید ہے کہ ایک بل ایک دفعہ مسترد ہو جائے تو۔۔۔

جناب چیئرمین: کہاں لکھا ہوا ہے؟

جناب سرتاج عزیز: لکھا تو نہیں ہوا آیا یہ دوبارہ اسی شکل میں ترامیم کے بغیر آسکتا ہے یا نہیں؟

Mr. Chairman: Tell me the law.

پروفیسر خورشید احمد: جناب چیئرمین! قانونی تقاضوں کو پورا کرنے کے بعد ایک بل ایک ہزار بار بھی آسکتا ہے۔ لوگوں کے دل بدل سکتے ہیں۔ پارلیمنٹ تبدیل ہو سکتی ہے۔ ملک کے حالات اور سیاسی وفاداریاں بدل سکتی ہیں۔ حکومتیں بدل جاتی ہیں۔

جناب چیئرمین: لیکن اس بارے میں رولز میں کچھ تو ہوگا۔

پروفیسر خورشید احمد: کچھ بھی نہیں ہے۔ میں ذمہ داری سے کہتا ہوں کہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے اور دنیا میں کوئی ایسا قانون بنا نہیں ہے یہ ہو سکتا ہے کہ یہ پابندی ہو کہ اگر ایک ہاؤس میں کوئی چیز پاس ہو جائے تو دوسرے میں نہیں آسکتی۔ اگر ایک ہاؤس مسترد کر دے تو چھ ہفتے بعد دوبارہ آسکتا ہے۔ لیکن بل کے بارے میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: وہی میں کہتا ہوں۔ کوئی ایسی رولز نہیں۔ اچھا تو پھر اس کو ڈیفر کرتے ہیں۔ جی جناب فصیح اقبال صاحب۔

سید فصیح اقبال: جناب مجھے پروفیسر صاحب سے اتفاق ہے کہ انہوں نے وزیر موصوف کو اجازت دی لیکن یہ کیا بات ہے کہ جو وزیر بھی آتا ہے وہ بغیر تیاری کے آتا ہے جبکہ یہ آج کے ایجنڈا پر ہے اور جو بھی وزیر آرہا

ہے۔ وہ بڑا Non-serious آرہا ہے۔ یہ کیا بات ہے۔

جناب چیئرمین وزیر اور محرک کو اعتراض نہیں تو آپ کو کیوں اعتراض ہے۔

سید فیض اقبال نہیں مجھے یہ اعتراض ہے کہ انہیں پڑھ کر آنا چاہیئے اتنا اہم بل ہے۔ جب اس کے بارے میں معلومات دوسرے ساتھی دے رہے ہیں تو کم از کم انہیں تیاری کر کے آنا چاہیئے تھا۔ اگر یہی حال رہا تو پچھلی حکومت جیسا حال ہوگا۔

جناب چیئرمین: شکریہ جناب اگلی آئیٹم نمبر ۱۸ جی قاعدہ ۱۹۴ کے تحت Law & Order situation in the country. بحث۔ لاء اینڈ آرڈر کی صورت حال بھی رات کے وقت سنگین ہوتی ہے۔ کیوں جی شیخ صاحب۔

Mr. Hasan A. Shaikh: Sir, I had to come by 7 O'Clock flight in the morning, I had to get up at 4.30 and I slept at about 12.00 p.m. and I did'nt have sufficient sleep last night.

Mr. Chairman: So, we must allow you to go to sleep. Then, we adjourn this House to meet again day after tomorrow at 3.15 p.m. Wish you a very happy new year.

[The House then adjourned to meet again at 3'O clock in the noon, on Wednesday, 2nd January, 1991].